ہفت روزہ

سیرِ رُوحانی

لاہور

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

8 تا 14 جون 2000ء

حضرت مصلح موعود۔ خلیفۃ المسیح الثانی (1889ء - 1965ء)

ہر نقشِ پا سے اس کے ابھرتی تھی زندگی
وہ راہبر، حیات کا فن دے گیا ہمیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
کی چند نادر و نایاب تصاویر

اس شمارے میں

ہفت روزہ

سیر روحانی

لاہور

جلد نمبر 9 شمارہ نمبر 17

8 تا 14 جون 2000ء

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

پرنٹر و پبلشر: طارق محمود پانی پتی

مطبع: بلیک ایرو پرنٹر لوئر مال لاہور

مقام اشاعت: 86 جی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

خادم کا عہد

(اجلاس عام اور اجلاسِ عاملہ سے پہلے ہر خادم مندرجہ ذیل عہد کرتا ہے۔ آیئے اس پر غور بھی کریں کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں جن کا ہم خدا کو گواہ ٹھہرا کر عہد کرتے ہیں۔ مدیر)

"اشہد ان لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ

"میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی' قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان' مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔

اسی طرح خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا۔

اور خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ انشاء اللہ

آیئے چھٹیاں اس طرح گذاریں

پیارے خدام بھائیو!

چھٹیاں ہو رہی ہیں۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس عرصہ کو مفید رنگ میں گزارنے کے لئے کچھ راہنمائی کر دی جائے۔ امید ہے آپ میری گزارشات کو غور سے پڑھیں گے۔ تو سب سے پہلے نماز۔

نماز

جس کو جی جان سے عزیز سمجھیں' اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہوں' پہلے اگر سکول کالج کی بناء پر (خصوصاً ظہر کی) نماز کا حرج ہو رہا تھا تو اب آپ کے لئے امتحان ہے کہ اب تو کوئی مجبوری نہیں لہذا پانچوں نمازیں باجماعت ادا کریں اور نماز پانچ وقت کو آپ صرف پانچ تک محدود نہ کریں' نماز تہجد کی عادت بھی ڈالیں اور کبھی کبھی (دن میں بھی) نوافل پڑھ لیں۔

قرآن مجید کی تلاوت

روزانہ اونچی آواز سے (اگر کوئی روک نہ ہو تو) تلاوت کریں' خصوصاً فجر کی نماز کے بعد

چھٹیوں کا کام

جو کام چھٹیوں کا ملا ہے اس کو سامنے رکھ کر اس کی تقسیم کریں اور اس طرح اس کو سیٹ کریں کہ ایک ماہ میں وہ کام مکمل ہو جائے۔ یہ بھی نہ کریں کہ چند دنوں کی مار دھاڑ میں اس کو ختم کر لیں اور یہ بھی نہیں کہ یہ سوچ کر لمبی تان لیں کہ آخر پر کر لیں گے۔ یاد رکھیں کہ جو کام کرنا ہے' اس کو بغیر کسی بہتر منصوبہ بندی کے کبھی تاخیر میں ڈالنے کا خطرہ مول نہ لیں۔

مطالعہ

روزانہ مطالعہ کرنے کے لئے دن کے اوقات میں سے کچھ مخصوص کر لیں۔ دو چیزوں کو مخصوص کرنا ہوگا ایک تو یہ کہ کس کس وقت پڑھنا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ کیا کیا پڑھنا ہے۔ آیئے میں کچھ اسمیں میں بھی آپکی مدد کر دوں۔ آپ کسی بھی کلاس میں ہوں' کوئی بھی مضمون ہو' ایک بات ذہن میں رکھیں کہ مطالعہ میں کبھی کنویں کا مینڈک نہ بنیں کہ بس اپنے نصاب تک محدود رہنا ہے۔ اور اسی طرح جو مطالعہ کریں اسمیں وسعت ہو اور انتخاب اعلیٰ درجہ کا ہو۔ اسمیں تنوع بھی ہو اور کوالٹی بھی خوب سے خوبتر ہو' میں اپنی بات کو اور کھول کر بتاتا ہوں۔

مطالعہ میں کنویں کے مینڈک کی مثال دیتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا کہ محدود نہ کریں اپنے آپ کو' مطلب یہ تھا کہ صرف اپنے نصاب کی کتابیں نہ پڑھیں بلکہ اپنے وقت کا ایک حصہ آپ دوسرے مطالعہ کے لئے بھی رکھیں اور اس کے لئے اچھے اور مختلف قسم کے مضامین کو سامنے رکھیں مثال کے طور پر سیرت و سوانح کی کتب اور ان میں آنحضرت ﷺ' حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکے پیروکار۔ ان سب کی سیرت پر مشتمل کتب میں سے کوئی ایک کتاب' ادب' نثر اور شاعری' تاریخ' جنرل نالج وغیرہ کی کتب' روزانہ کا اخبار' اور اخباروں میں پھر روزنامہ الفضل ضرور پڑھیں (اگر انتظام نہیں تو ضرور انتظام کریں) جماعتی رسائل خالد' تشحیذ' انصار اللہ' مصباح' کوئی ایک انگریزی کی کتاب بھی روزانہ پڑھیں اور اس کے لئے آپ پیارے آقا کی کتاب Revelation, Rationality,Knowlege and Truth کو بھی پڑھنا شروع کر سکتے۔ اور یہ جو بات تھی کہ

انتخاب میں وسعت اور کوالٹی بہتر ہو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ نصاب کی کتب کو بھی پڑھیں تو ٹیسٹ پیپرز یا گائیڈز کا سہارا نہ لیں بلکہ اس مضمون میں اعلیٰ درجہ کی کتب تک پہنچیں' انسائیکلو پیڈیا کا استعمال اگر ممکن ہو وہ کریں۔

لائبریری سے استفادہ

اگر آپ لائبریری جا سکتے ہیں تو اس موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں' اور کچھ وقت لائبریری میں گزاریں۔

خدمت خلق

اب سارا دن بس اپنی ذات کے لئے تو نہیں گزارنا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

خدمت خلق کو نہ بھولیں۔ وہ دن کتنا بھاری ہو گا کہ جس میں آپ نے بنی نوع کے لئے کوئی کام نہ کیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے بھائی کی مدد اور ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے تو اپنے کاموں میں سہولت پیدا کرنے کا ایک نسخہ بھی ہے۔ گلی محلّہ میں کوئی معذور ہو' کسی کام کرنے سے عاری ہو تو اس کی مدد کریں اور کسی کو پڑھنے پڑھانے میں بلا معاوضہ مدد دینا بھی ایک مفید خدمت خلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک بڑھیا کے گھر کے سارے کام کاج کرتے تھے۔ اور زندگی کے آخری دنوں تک کرتے رہے اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ سارے رنگ اور ادائیں آنحضرت ﷺ سے سیکھتے تھے۔ تو اپنی زندگی کے دِنوں میں دائمی اور لازوال رنگ بھرنے کے لئے خدمتِ خلق کو کبھی نہ بھولیں۔

کھیل

اب صرف لکھنا پڑھنا ہی تو نہیں۔ کھیل بھی ہے اور کھیل بھی آپ کی پڑھائی کا ایک حصہ ہے۔ صحت کے لئے بہت ضروری۔ اگر صحت صحیح ہو گی تو آپ کی عبادات اور دوسرے کاموں میں سہولت پیدا ہو گی۔ اس لئے روز کھیل کے لئے وقت نکالیں اور ضرور نکالیں البتہ یہ نہ بھولیں کہ کھیل ایسا ہو کہ آپ کی صحت کے لئے وہ ممد و معاون ہو۔ صبح کی سیر بھی ایک اہم چیز ہے۔

سیر و تفریح

اور اسی طرح تفریح بھی ضروری ہے اور اس کو آپ دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلے حصہ میں تفریح ہے جو روزانہ کی آپ کر سکتے ہیں اور اس کے لئے آپ کسی بھی صحت مند شغل کو تفریح کہہ سکتے ہیں۔ بس ایک اصول ذہن میں ہو کہ تفریح وہ ہو جو آپ کی ذہنی 'اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں میں جلا پیدا کرنے والی ہو۔ لغو' بے کار اور مخرب اخلاق نہ ہو۔

پھر ان چھٹیوں میں سیر کے لئے ضرور کہیں نہ کہیں جائیں۔ شمالی علاقہ جات میں 'گلگت' ہنزہ ویلی' سکردو' سوات' کافرستان وغیرہ پھر مری اور کلر کہار اور دوسرے علاقے ہیں۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف انہیں علاقوں میں جائیں تو سیر ہو گی۔ کسی دوسرے شہر میں چلے جائیں' جہاں آپ کے عزیز رشتہ دار رہتے ہیں۔ اگر آپ شہر میں رہتے ہیں' تو کسی گاؤں میں اپنے دوست یا رشتہ دار کے پاس جائیں۔ پھر آپکے اپنے شہر میں بے شمار ایسی جگہیں ہوں گی جو تاریخی اعتبار سے قابل دید ہوں گی وہ دیکھیں۔

وقف عارضی

"آم کے آم گھٹلیوں کے دام" سیر کا ذکر ہو تو سیر کا ایک رنگ وقف عارضی میں بھی آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اک بہت ہی بابرکت تحریک بیسیوں فوائد کی حامل ہے۔ تو چھٹیوں کے موقعہ پر اپنی چھٹیوں کو بابرکت کرنے کے لئے وقفِ عارضی کی تحریک پر عمل کریں اور دو ہفتوں کے لئے کسی دوسرے شہر میں جا کر نظام جماعت کے پروگرام کے مطابق تربیتی پروگرام میں حصہ لیں۔

کوئی ایک ہنر

دو اڑھائی ماہ کا عرصہ چھٹیوں میں گزرتا ہے۔ اس سے ایک اور فائدہ یوں بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ کوئی نہ کوئی مفید ہنر سیکھ لیا جائے۔ اور اس کے انتخاب کے لئے ضروری نہیں کہ باقاعدہ کوئی ڈپلومہ ہی لیا جائے یا باقاعدہ کسی ادارے میں ہی داخلہ لیا جائے۔ بلکہ کمپیوٹر سے لے کر سائیکل پنکچر لگانے تک کوئی نہ کوئی کام سیکھا جا سکتا ہے۔

اپنی سہولت' ذہنی استعداد اور استطاعت کے مطابق کوئی فائدہ مند ہنر دیکھ کر اس کو سیکھ لیں۔

مثلاً سائیکل پنکچر لگانا' چھوٹی موٹی مرمت' کرسیاں چارپائی بننا' سکوائش بنانا' اس جیسے بظاہر معمولی لیکن بہت مفید ہنر ہیں۔ اور پھر کمپیوٹر کے کورسز ہیں۔ ان کو دیکھا جائے اور اسی طرح کوئی نہ کوئی زبان سیکھی جا سکتی ہے۔ یعنی اس کا آغاز کیا جا سکتا ہے اور ان کاموں میں ایم۔ ٹی۔ اے بھی مفید کردار ادا کر سکتا ہے۔

ایم ٹی اے پر زبانیں اور کمپیوٹر سکھانے کے متعدد پروگرام باقاعدگی کے ساتھ نشر ہوتے ہیں اور خواتین کے لئے المائدہ اور لائف اسٹائل کے نام سے کھانے پکانے' سلائی کڑھائی اور دیگر پروگرام بھی نشر ہوتے ہیں۔

ایم۔ ٹی۔ اے

آپ نے سارے دن کا ایک پروگرام بنا کر اپنی ان چھٹیوں کو بہترین استعمال میں لانا ہے۔ اور اس کے لئے بعض وقتوں میں آپ کا دل ٹی وی وغیرہ دیکھنے کو بھی کرے گا۔ ضرور دیکھیں۔ لیکن وہی بات کہ جو آپ جو دیکھیں اس کے بارے میں یہ سوچیں کہ آپ کو ملا کیا' فائدہ ہوا؟۔ اور اگر فائدہ نہیں تو کم از کم نقصان تو نہ ہو۔ لیکن بہتر یہ نہیں کہ آپ ٹی وی پر وہ پروگرام دیکھیں جو آپ کے لئے تفریح کا باعث بھی ہوں لیکن خوبصورت ہلکی پھلکی پاکیزہ صاف تفریح اور آپ کچھ نہ کچھ حاصل کر کے اٹھیں۔

اور ٹی وی کا جب ذکر آئے گا تو آپ MTA کو نہ بھولیں۔ ایک ایسا چینل جو بلا مبالغہ تمام فوائد سے بھرپور .... مجھے آنحضرت ﷺ کی ہی ایک پر معارف مثال یاد آرہی ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مومن کی مثال کھجور کی مثال سے ہے کہ جس کا پھل' جس کا پودا' جس کے پتے' تنا' سب کچھ مفید ہے۔ تو ٹی۔ وی چینلز میں MTA واحد ٹی وی چینل ہے جس پر یہ مثال سو فیصد پوری آتی ہے کہ اس کا ہر پروگرام کوئی نہ کوئی فائدہ مند ہے۔

اور آپ کے لئے یہ باعثِ حیرت اور اطمینان بخش بات نہیں کہ یہ ایک ایسا چینل ہے کہ آپ اپنے بہن بھائیوں' والدین' چھوٹوں اور بڑوں کی مسلسل موجودگی میں بیٹھ کر دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی شرمندگی' بیہودگی یا اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں۔

بھرپور تفریح' روحانی' اخلاقی' ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے والا خوبصورت چینل۔ تو دن کا کچھ حصہ اس کو بھی دیکھنے میں گزار دیں۔ تو دن کا کچھ حصہ اس کو بھی دیکھنے میں گزار دیں۔

اور جلسہ سالانہ کے پروگرام بھی چھٹیوں میں آئیں گے۔ یہ دن گھر میں گزاریں پروگرام دیکھیں اور گھروں میں جلسہ کا ماحول بنائیں اور ایک

عید کی سی خوشی سے لطف اندوز ہوں کہ خدا نے سارے سال میں کتنے حیرت انگیز بارش کی طرح انعامات برسائے ہیں۔

اب کتنی تفصیل میں جایا جاسکتا ہے کچھ اشارے ہی دیئے جاسکتے ہیں جو مدد کریں گے آپ کی چھٹیوں کو خوبصورت اور یادگار بنانے ہیں۔

ایک بات جو بہت ضروری ہے وہ یہ کہ ہفتہ میں کم از کم ایک بار پیارے آقا کی خدمت میں خط ضرور لکھیں۔ دعا کا خط، خوشیوں بھری باتوں کا خط، کتنی عجیب بات ہو گی کہ ہم دکھ اور تکلیف کا اظہار تو فوراً کر دیں اور سینکڑوں خوشی کی باتیں ہم نہ بتائیں کیا اپنوں سے ایسا کرتے ہیں۔ اور وہ جو سب اپنوں سے زیادہ اپنا ہو۔ اس لئے ایسی باتیں بھی لکھیں جو خوشی اور مبارکبادوں پر مبنی ہوں اور سب سے آخر پر یہ کہ ایک عادت یہ ڈالیں کہ جب آپ سارے دن گھر کے کام ختم کر کے رات اپنے بستر پر جائیں تو سونے سے ذرا پہلے سارے دن کے معمولات کو ذہن میں لائیں اور محاسبہ کریں کہ دن بھر میں کیا کیا کام۔ کوئی دل دکھانے والی بات تو نہیں کی۔ کہ صرف نقصان تو نہیں کیا۔ کوئی خدا کو ناراض کرنے والی بات نہیں کی۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہے تو استغفار کرتے ہوئے۔ اور جس طرح ممکن ہو اس کی تلافی کرنے کا عہد کریں اور آئندہ ایک اچھا دن گزارنے کی دعا کرتے ہوئے اس دن کو مکمل کریں۔

اور دعائیں پڑھتے ہوئے سوئیں جو آنحضرت ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ خدا کرے کہ آپ کے دن اور آپ کی راتیں اس طرح گزاریں جو خدا کی نگاہ میں مقبول ہوں۔ آپ کے بہترین مستقبل کی ضامن ہوں اور خوبصورت یادوں کا خزانہ ثابت ہوں اور دائمی اور لازوال مسرتوں سے بھرپور۔ آمین

آپ کا خیر خواہ

مدیر خالد

1. 6. 00/79

ایم۔ ٹی۔ اے کے اہم پروگرام

احمدی خدام کے لئے

☆ خطبہ جمعہ حضرت امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (ہفتہ، اتوار کو دوبارہ بھی نشر ہوتا ہے)

☆ ترجمۃ القرآن کلاس، اردو کلاس مجلس عرفان، بچوں اور ینگ لجنہ کے سوالات وجوابات، لقاء مع العرب، ہومیوپیتھی کلاس

اس کے علاوہ

سیرت النبی ﷺ، روحانی خزائن (تعارف کتب حضرت مسیح موعودؑ)، ہماری کائنات، المائدہ، لائف اسٹائل، کمپیوٹر سب کے لئے، ڈاکومینٹری فلمیں (ہائیکنگ، سیر و تفریح، مختلف شہروں اور ممالک کے اہم مقامات اور تہذیب و ثقافت)

اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف زبانیں ڈائریکٹ میتھڈ Direct Method کے ذریعہ سکھانے کے پروگرام۔ وغیرہ

اعلان برائے خدام الاحمدیہ نمبر

خدا تعالیٰ کے فضل سے ادارہ خالد اپنی خصوصی اشاعت کے تحت خدام الاحمدیہ نمبر شائع کر رہا ہے اس نمبر کے لئے ادارہ کو درج ذیل کوائف درکار ہیں۔ تاکہ انہیں شامل اشاعت کیا جاسکے

(1) ۱۹۳۸ء تا حال خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ کے ممبران اپنی تصویر اور مختصر کوائف مع عرصہ خدمت ارسال فرمائیں۔

(2) ۱۹۳۸ء تا حال قائدین اضلاع و علاقہ اپنی ایک عدد تصویر مع کوائف ادارہ کو ارسال کریں

(3) ۱۹۳۸ء تا حال کسی بھی یونیورسٹی یا بورڈ میں پہلی تین پوزیشنیں حاصل کرنے والے طلبہ بھی ایک عدد تصویر مع کوائف ادارہ کو ارسال کریں۔

(4) اسی طرح جملہ قارئین سے گزارش ہے کہ ان کی یادداشت میں کوئی ایسا واقعہ، تصویر یا دستاویز جو کہ تاریخ خدام الاحمدیہ کا حصہ بن سکتی ہو، براہ کرم ہمیں جلد از جلد ارسال فرماویں۔

(نوٹ) ☆کوشش کی جائے کہ تصویر بلیک اینڈ وہائٹ ہو۔☆جملہ کوائف قائدین مجلس و صدر یا امیر صاحب کی تصدیق کے ساتھ ارسال کریں۔

☆خط و کتابت کے لئے اپنا مکمل ایڈریس ارسال کریں☆جملہ کوائف و تصاویر ادارہ کو 15جون 2000ء سے قبل پہنچا دیں، جزاکم اللہ

ایڈریس ادارہ خالد :

دفتر ماہنامہ خالد ایوان محمود ربوہ 35460 فون : 212349 فیکس : 213191

ملک کے معروف شاعر اور عظیم صحافی جناب

ثاقب زیروی صاحب کے ساتھ ایک شام

(رپورٹ: مکرم راشد جاوید صاحب شاہد)

اردو زبان کے بلند پایہ ادیب و شاعر اور پاکستان کے ایک وضع دار صحافی ثاقب زیروی جنہوں نے اس دور میں بھی صحافت کو ایک مشن کے طور پر زندہ رکھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جرنلزم ٹریڈنگ اس دور میں بھی ایسے دیوانوں کی کمی نہیں جو ابھی تک صحافت کو ایک مقدس پیشہ کے طور پر اپنائے ہوئے ہے۔ اور بلاشبہ لفافہ جرنلزم کے گرویدہ ایسے دیوانوں پر ہزار فرزانوں کو قربان کیا جاسکتا ہے اور صحافت کو بطور مشن اپنانا اور قلم کی حرمت کو قائم رکھتے ہوئے اگر حق کی آواز کو بلند کرنا ہی مقصود ہو تو پھر چمکتے دمکتے کئی کئی منزلہ دفاتر درکار نہیں ہوتے بلکہ ٹرنر روڈ پر واقع ایک چھوٹا سا کمرہ ہی کافی ہوتا ہے۔

پاکستان کے ایک عظیم دانشور اور صحافی مولانا عبدالمجید سالک کے ہونہار شاگرد ثاقب زیروی جو تقریباً پچاس سالوں سے ایک ایسے ماحول میں جہاں حق کو ناحق دبانے کی خاطر ہر طرح کا ظلم اور ناانصافی کو روا رکھنا ایک فیشن بن چکا ہے تمام پابندیوں اور ناانصافیوں سے لڑتے ہوئے باقاعدگی سے ہفت روزہ لاہور رسالہ نکال رہے ہیں۔

قارئین ہمارے ارض وطن میں ابتداء سے ایسا گھٹن زندہ ماحول نہیں تھا۔ یہاں ایک وقت وہ بھی تھا جب تعصب و نفرت کے کانٹوں نے رواداری و محبت کے پھولوں کا خون نہیں کیا تھا۔ جب یہ چمن صرف ہمارا ہے تمہارا نہیں کے بجائے سب کا تھا۔ اس وقت اس چمن کی ڈالیوں پر علم و دانش کے پھول کھلتے۔ جہالت ناپید نہ سہی اتنی عام بھی نہ تھی۔ اس دور میں ثاقب زیروی کی نعتیں ریڈیو پاکستان پر نشر ہوتیں تو ایک سماں بندھ جاتا۔ آپ جب کسی مشاعرہ میں اپنی مخصوص انداز میں کلام سناتے تو لوگ جھوم اٹھتے۔ حاکمان وقت تک مکرر مکرر کہہ اٹھتے۔

اور پھر ایک روز ایک ایسا شخص اس چمن کا رکھوالا بن بیٹھا جس نے اس ہرے بھرے چمن کو نفرت و تعصب کا زہر آلود پانی دینا شروع کر دیا جس سے رواداری اور محبت کے پھول مرجھانے اور نفرت کے درخت تناور ہونے لگے۔ تعصب اس قدر بڑھا کہ شاعری جیسے فن لطیف میں بھی محض عقیدہ کی بناء پر تفریق و امتیاز روا رکھا جانے لگا۔ ایسے وقت میں ثاقب زیروی جیسا شاعر کا گوشہ گمنامی میں چلے جانا نا قبل فہم بات نہ تھی۔

لیکن آج ایک دفعہ پھر ادارہ تعمیر نو نے گوشہ گمنامی میں بیٹھے ہوئے ثاقب زیروی کو ارباب ذوق کے سامنے لا بٹھایا ہے۔ ایک دانشور ادبی لحاظ سے بانجھ ہونے والے شہر لاہور میں اس تقریب کے انعقاد سے ادبی زندگی کی جو رمق نظر آئی ہے اس کا سہرا بلاشبہ ادارہ تعمیر نو کے سر ہے۔ جس کے ہم شکر گزار ہیں۔

20نومبر 1999ء کو ادارہ تعمیر نو کے زیر اہتمام لاہور کے معروف آواری ہوٹل میں محترم ثاقب زیروی صاحب کے ساتھ ایک شام کا انعقاد کیا گیا۔ اس تقریب میں اہل علم ادب کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس تقریب کی صدارت معروف شاعر احمد فراز نے کی۔ جناب منو بھائی، محترمہ کشور ناہید اور محترم راجہ غالب

احمد صاحب نے ثاقب صاحب کے ادبی اور صحافتی سفر کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد پروفیسر بشیر احمد صاحب کنوینر ادارہ تعمیر نو نے اپنے ادارہ کا تعارف پیش کیا ثاقب زیروی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "آج کی تقریب جس شخصیت کے ادبی حوالے سے منعقد ہو رہی ہے انہوں نے تمام عمر وطن کی خدمت میں گزاری ہے۔ شاعر ادیب اور صحافی ہیں۔ نصف صدی سے لگ بھگ تن تنہا ہفت روزہ نکال رہے ہیں۔

ان کے بعد معروف وکیل اور سابق وزیر جناب احمد سعید کرمانی سٹیج پر تشریف لائے اور انہوں نے نے محترم ثاقب زیروی صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔ کرمانی صاحب نے کہا کہ اس دور میں کچھ مایہ ناز ادیب تھے جنہوں نے ادب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور کچھ نامور صحافی تھے جنہوں نے منطق کو بالا دستی عطا کی اور زبان کو اس کے تابع کر دیا لیکن ثاقب صاحب وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ادب کی چاشنی کے ساتھ منطق اور زبان کو ساتھ ساتھ چلایا۔ کرمانی صاحب نے کہا اب لاہور ادبی لحاظ سے بانجھ ہو رہا ہے میں اس ادارہ کو مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے اس تقریب کے انعقاد سے اس بانجھ پن کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے بعد ملک کی ممتاز شاعرہ کشور ناہید صاحبہ نے ثاقب صاحب کی شاعری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ایک وقت تھا کہ جب محترم ثاقب زیری صاحب اپنے زبردست ترنم کے باعث ہر مشاعرے پر چھائے رہتے تھے۔ ان کے لہجہ میں ایک طنطنہ بھی ہوتا تھا اور جگر مراد آبادی کا آہنگ اور ترنم بھی۔ اکثر مشاعروں میں ان کی نظم "یاددہانی" سنائے جانے کی فرمائش کی جاتی۔ اور جب وہ اپنی مشہور نظم کا یہ بند سناتے۔

ہے کائنات نغمہ زن
ہوا ہوئے غم و محن
بکھر گئی نئی پھبن
جبل جبل دمن دمن
ہے اک عجیب بانکپن
روش روش چمن چمن
قدم بڑھاؤ جام لو
عنان زیست تھام لو

تو ہجوم ایک سوال سے ایک احتجاج اور احتجاج سے ایک نعرہ اور ایک تحریک بن جاتا۔

اس کے بعد کشور ناہید نے کہا کہ ایک وقت وہ آیا جب ثاقب صاحب کی جماعت کو غیر مسلم قرار دے جانے کے باعث ان کو مشاعروں میں نہ بلایا جاتا۔ تب سے ثاقب صاحب نے خود کو صحافت کے لئے وقف کر دیا۔

اس کے بعد معروف کالم نگار منو بھائی اسٹیج پر تشریف لائے اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ

"میں نے ثاقب صاحب کو بہت پڑھا ہے کل پاکستان اور کل ہند قسم کے مشاعرے لوٹتے دیکھا ہے۔ اور اس دور میں لٹنے والے وہ سامعین ہوتے تھے جو فہم و فکر کی دولت سے مالا مال ہوتے اس دور میں شہرت کی کمائی ہی شرفاء کی سب سے بڑی کمائی ہوتی تھی۔ منو بھائی نے کہا کہ ثاقب زیروی اس دور کی شخصیت ہیں جن میں سوائے پیار محبت خلوص اور جذبے کے کچھ نہیں ہوتا۔ منو بھائی نے کہا کہ ایسے دور میں جب معاشرے کے رگ و پے میں اندھیرا سرایت کر رہا ہو ثاقب زیروی جیسے لوگ روشنی کی کرن ہوا کرتے ہیں۔ اور اندھیرے پھیلانے والوں کو آج ثاقب زیروی جیسے لوگوں سے ہی خطرہ ہے۔

اس کے بعد محترم راجہ غالب صاحب نے ثاقب صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا یہ قوم اور ملک اس لئے بنا تھا کہ بنا رہے اور اس کے لئے ثاقب زیروی جیسے لوگوں نے بے پناہ قربانیاں

دیں ہیں۔ ثاقب صاحب کی زندگی قریباً ایک صدی پر محیط ہے۔ ان کا دور سنجیدہ مشاعرے کا دور تھا۔ یہ جگر، احسان دانش، سیف الدین سیف، ساغر اور ثاقب کا دور تھا۔ ثاقب کا کلام سنجیدہ اور ادبی روایات کا کلام ہے۔ یہ اس سنجیدہ ترنم کی یادگار ہے جس کا اب رواج ہی نہیں رہا۔ ایسا لہجہ استادوں کے پاس تھا۔ اور یہ استادوں کی ہی بات تھی۔

مکرم راجہ غالب احمد صاحب نے کہا کہا ثاقب صاحب کے استاد مولانا عبدالمجید سالک نے ایک بار ثاقب کے بارے لکھا کہ "ثاقب کی تربیت ایک ایسے مذہبی ماحول میں ہوئی ہے جہاں شرافت اور شرم فکر و عمل کی بنیاد ہوتے ہیں، یہ کبھی نفسی بے راہ روی یا فکر آوارگی کی شکار نہیں ہوتے۔ ان کی شاعری میں جدت ہے مگر اعتدال نہیں، دین ہے ملائیت نہیں، غریبوں اور کمزوروں کے حق میں اٹھائی جانے والی آواز ہے مگر کمیونزم نہیں۔ مجھے کبھی خطرہ نہیں ہوا کہ ثاقب صاحب اس مسلک سے پیچھے ہٹیں گے۔ اللہ تعالیٰ ثاقب صاحب کی عمر میں برکت ڈالے۔

اس کے بعد شمع محفل محترم ثاقب صاحب کو دعوت کلام دی گئی۔ جنہوں نے ایک نعت ایک غزل اور ایک نظم سنائی۔ آپ کے ہر شعر نے حاضرین کو بہت محظوظ کیا۔ آپ نے جو نعت پیش فرمائی اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ہر عزم کی روشن پیشانی پر نام تمہارا دیکھا ہے
ہر وقت کے بہتے دھارے پر پیغام تمہارا دیکھا ہے
نصرت نے تمہاری عظمت کے بے ترانے گائے ہیں
رحمت کے دمکتے کانٹوں پر الہام تمہارا دیکھا ہے

آپ نے جو غزل پیش کی اس کے چند اشعار درج ذیل تھے۔

یہ تو نہیں کہ آپ کو عادت کرم نہیں
اتنا ضرور ہے کہ نگاہوں میں ہم نہیں
بے مائیگی عشق تو دیکھو کہ ان دنوں
جلوے تو روبرو ہیں نگاہیں بہم نہیں

اک ہم بھی ہیں کہ اشک رواں کی زبان سے
ہر اک سے کہہ رہے ہیں ہمیں کوئی غم نہیں

آخر پر آپ نے اپنی مشہور نظم "یاد دہانی" سنائی یہ نظم گو کہ تقسیم و پاک و ہند پر لکھی گئی لیکن اس کا ایک ایک شعر آج کے حالات پر بھی منطبق ہوتے ہوئے ہمیں دعوت فکر دیتا ہے۔ اس نظم کا ایک بند یہ ہے۔

وہ بے حساب عصمتیں
وہ بے مثال برکتیں
جو دن دہاڑے لٹ گئیں
تمہیں جو یاد تک نہیں
یہ ان کا خون ہے پیو
پیو پلاؤ اور جیو

تقریب کے اختتام پر ملک میں معروف شاعر احمد فراز نے ثاقب صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:۔

"ثاقب صاحب جیسے لوگ شخصیتیں نہیں ہوتیں یہ تہذیبیں ہوتی ہیں۔ ان کو سنبھالے رکھنا اور ان کی حفاظت کرنا ضروری ہوتا ہے۔"

فراز صاحب نے بتایا کہ آج میں احمد ندیم قاسمی صاحب کی طبیعت کی خرابی کا سن کر آیا تھا۔ جس جہاز میں آرہا تھا اس میں کشور ناہید بھی تھیں جن سے پتہ چلا کہ آج ثاقب صاحب کے ساتھ شام منائی جارہی ہے۔ میں صرف ایک عقیدت مند اور پرانے مداح کی حیثیت سے اس تقریب میں آگیا۔ خدا ثاقب صاحب کو لمبی عمر عطا کرے۔ اس کے بعد احمد فراز نے حاضرین کے اصرار پر کچھ اشعار پیش کیئے۔

آخر میں مہمانوں کی خدمت میں چائے پیش کی گئی۔ اس طرح یہ خوبصورت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

جماعت احمدیہ اور اردو زبان

(سہیل ثاقب بسرا)

ارشاد خداوندی ہے :۔

وماار سلنا من رسول الابلسان قومہ

(ابراہیم : آیت نمبر ۵)

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کو ان کی قوم کی زبان دیکر بھیجتا ہے۔ چنانچہ تاریخ انبیاء اس بات کی شاہد ہے کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں انہوں نے اپنی قوم کے ساتھ ان ہی کی زبان میں کلام کیا اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت محمد ﷺ کو جہاں "خاتم النبیین" کا لقب ملا وہاں آپکو زبان بھی ام الالسنہ عربی زبان عطا ہوئی۔

اس آخرین کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے موعود وجود کو ایک ایسی زبان کے ساتھ بھیجا جو خاص و عام کے ہاں یکساں مقبول تھی۔ یہ زبان "اردو زبان" ہے۔

اردو زبان کا شمار دنیا کی معروف زبانوں میں ہوتا ہے۔ "اردو" اصل میں ایک ترکی لفظ ہے جسکے معنی "لشکر" ہیں، تو جسطرح ایک لشکر میں مختلف رنگ و نسل اور مختلف بولیاں بولنے والے ہوتے ہیں اور اسی طرح اردو بھی مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے جس میں عربی، فارسی اور ہندی کا خاصا عنصر ہے۔

اردو زبان سے ہمارا دہرا رشتہ ہے ایک تو امام وقت کی زبان ہونے کی حیثیت سے اور دوسرا قومی زبان ہونے کے ناطے۔ اسوقت خاکسار اوّل الذکر رشتہ ہونیکی حیثیت سے کچھ عرض کریگا۔

فی زمانہ اسکی ترقی کا سہرا جماعت احمدیہ کے سر جاتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ مستقبل میں بھی اسی کے دم سے پھلے پھولیگی۔ جسطرح جماعت احمدیہ 150 ممالک سے زائد میں سرایت کر چکی ہے اسی طرح یہ کہنا بھی حق بجانب ہوگا کہ اردو زبان کی رسائی 150 ملکوں سے تجاوز کر چکی ہے۔

دہلی کے ایک مشہور بزرگ شاعر خواجہ میر درد کا اردو کے متعلق ایک پیغام "میخانہ درد" میں یوں مرقوم ہے :۔

"اے اردو تو گھبرانا نہیں تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خوب پھلے پھولیگی تو پروان چڑھیگی :۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بذات خود بھی اس کے خواہش مند تھے کہ اردو پروان چڑھے اور اشاعت اسلام میں اہم کردار ادا کرے۔ چنانچہ آپ اپنی تصنیف لطیف "تحفہ گولڑویہ" میں فرماتے ہیں :۔

"......خاص کر ملک ھند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کیلئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اپنے اس فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کیلئے آیا ہوں اور اب یہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین میں رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکیں اور اشاعت (اشاعت اسلام۔ ناقل) کو

کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور تمام حجت کیئے
تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن
پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کی
روحانیت نے جواب دیا دیکھو میں بروز کے
طور پر آتا ہوں۔"

(روحانی خزائن جلد17 صفحہ263 تحفہ گولڑویہ صفحہ 177)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی اردو تصانیف اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ کو اردو سے کس قدر لگاؤ تھا اور پھر آپ نے ایک لمبا عرصہ مکہ معظمہ میں گذارا جہاں درس و تدریس آپ کا شغل رہا۔ چنانچہ وہاں بھی اردو آپ کے ساتھ تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی اردو زبان سیکھنے سکھانے پر زور دیا ہے۔ آپ کے طویل سنہری دورِ خلافت میں اردو زبان کو تقویت ملی۔ آپ کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ اردو مسیح دوراں کی زبان ہے اس لئے اس پر یہ لازم ہے کہ یہ دوسری زبانوں پر غالب رہے۔ چنانچہ آپ آیت "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه" کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

"چونکہ اس زمانے کے مامور حضرت مسیح
موعود پر عربی کے بعد اردو میں الہام زیادہ
کثرت سے ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس
آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے
کہ آئندہ زبان ہندوستان کی اردو ہو گی اور
دوسری کوئی زبان اس کے مقابل پر
نہیں ٹھہر سکے گی۔"

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 444)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو علوم کے پھیلانے کے لئے بحیثیت خاتم النبین ہونیکے "ام الالسنة" عطا کی، اسی طرح موعود غلام کو جو آخرین میں مبعوث ہونے والا تھا ایک ایسی زبان عطا کی جاتی جو دوسری زبانوں پر سبقت لے جانیوالی ہوتی تا غلام کی اپنے آقا سے اس لحاظ سے بھی مناسبت رہتی۔

اللہ تعالیٰ نے اردو زبان کو الہام کے پانی سے سیراب کر کے اس کے افضل و اعلیٰ اور اس کی ہمیشگی کی ضمانت دے دی۔ حضرت مسیح موعود نے الہام کی روشنی میں قرآن و حدیث کے اعلیٰ خزانے تقسیم کئے۔ آپ کی 85 کے قریب تصانیف اس بات کا ثبوت ہیں کہ غلام نے اپنے آقا کا پیغام عوام الناس تک ایک ایسی زبان میں پہنچادیا جو ہر خاص و عام کے نزدیک قابل فہم ہے اور اس کی رسائی صرف ہندوستان تک نہ رہی بلکہ سارے عالم میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 29جولائی 1949ء کو اردو زبان کے فروغ کے سلسلہ میں جماعت کوئٹہ کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"میں آپ کو نصیحت کرونگا کہ اردو کو نئی
زندگی دو اور ایک نیا لباس پہنا دو۔ آپ
لوگوں کو چاہئے کہ ہمیشہ اسی زبان میں ہی
گفتگو کیا کریں......بس ہمارے نوجوانوں کو
چاہئے اردو کو جو اب بے وطن ہو چکی ہے
اپنائیں یہ بھی ایک بڑا مہاجر ہے۔ جس
طرح مہاجروں کو زمینیں مل رہی ہیں'
چاہئے کہ اسے بھی اپنے ملک میں جگہ دی
جائے کہ آہستہ آہستہ یہ ہماری مادری زبان
بن جائے...... میرے نزدیک اردو زبان کو
ہی ہمیں اپنی زبان بنا لینا چاہئے اور اسے
رواج دینا چاہئے...... پس میری نصیحت تو
یہ ہے کہ تم اردو کو اپناؤ اور اسکو اتنا رائج کرو

کہ یہ تمہاری مادری زبان بن جائے اور
تمہارا لب و لہجہ اردو دانوں کا سا
ہو جائے۔"

(روزنامہ الفضل 6 دسمبر 66ء صفحہ 5)

حضور نہ صرف جماعت کو اردو زبان کی اہمیت و افادیت کے بارے میں آگاہ کرتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ آپ جماعتی رسالوں کے علاوہ دوسرے اخبارات ور سائل میں مضامین کے ذریعہ اس زبان کی اہمیت و افادیت لوگوں کے دلوں میں اجاگر کرتے رہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے مارچ 1931ء میں ایک مضمون بعنوان "اردو رسائل زبان کی کس طرح خدمت کر سکتے ہیں" تحریر فرمایا۔ اس مضمون کو برصغیر پاک وہند کے نامور ادیب مولانا احسان اللہ خان تاجور نجیب آبادی نے اپنے رسالے "ادبی دنیا" میں نہ صرف جگہ دی، بلکہ ساتھ آپ کی تصویر بھی چھاپی اور مندرجہ ذیل ادارتی نوٹ بھی دیا۔ آپ نے لکھا:۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
امام جماعت احمدیہ کی توجہات بیکراں کا
میں سپاس گزار ہوں کہ وہ "ادبی دنیا" کی
مشکلات میں ہماری عملی امداد فرماتے ہیں
میں نے ان کی جناب میں امداد کی نہ کوئی
درخواست کی تھی اور نہ "ادبی دنیا" مذہبی
پرچہ ہے، مگر حضرت مرزا صاحب اپنی
عزیز مصروفیتوں میں سے علم و ادب اور
علم و ادب کے خدمت گزاروں پر توجہ
فرمائی کیلئے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ ملکی
زبان وادب سے جناب موصوف کا یہ اعتنا
ان علماء کیلئے قابل توجہ ہے جو اردو کی
خدمت کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔"

("ادبی دنیا" مارچ 1931ء بحوالہ ذکر اردو صفحہ 11، 64ء)

"ادبی دنیا" کے اس سے اگلے شمارے میں مولانا صاحب نے نہ صرف آپ کی تعریف کی بلکہ ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کی اردو ادب کی خدمت کو سراہا۔ چنانچہ لکھا:۔

"پچھلے نمبر میں حضرت (امام) جماعت احمدیہ قادیان
کی توجہ بیکراں کا حال آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ امام
جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود
کے خلف الرشید اور ان کے خلیفہ ہیں۔ مرزا
صاحب مرحوم کی تصانیف اردو ادب کا ذخیرہ
بیکراں ہیں۔ سرلا بیہ کے مطابق ان کے
نامور فرزند کے دل میں اردو زبان کیلئے ایک
لگن اور اردو کے خدمت گزاروں سے ایک لگاؤ
موجود ہے۔"

("ذکر اردو" صفحہ 12 شائع شدہ 1964ء)

اب قارئین کی دلچسپی کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مضمون بعنوان "اردو رسائل زبان کی کسطرح خدمت کر سکتے ہیں" میں سے چند اقتباس پیش ہیں۔ جنہیں پڑھ کر یقیناً آپ کے دلوں میں بھی اردو کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوگا چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"اردو کی ترقی کیلئے ایسے ذرائع اختیار کرنے
چاہئیں کہ ایک محدود جماعت کی دلچسپی
بننے کی بجائے جمہور کو اس سے دلچسپی پیدا
ہو...... زبانیں چند آدمیوں سے نہیں
بنتیں خواہ وہ بہت اونچے پایہ کے کیوں نہ
ہوں...... زبان عوام الناس بناتے ہیں اور
اصطلاحیں علماء، اردو بھی اس قاعدے
سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی۔"

(رسالہ "ادبی دنیا" مارچ 1931ء بحوالہ ذکر اردو صفحہ 24)

پھر آپ لکھتے ہیں :۔

پس اگر ہم اردو کی ترقی کے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ ہمارے ادبی رسالوں میں اس کے علمی پہلوؤں پر بحثیں ہوں تا کہ صرف پیش آنیوالی مشکلات کے علاج کا ہی سامان نہ بلکہ عوام الناس بھی ان تحقیقات سے واقف ہوں...... اردو زبان کی لغت یا قواعد یا اصطلاحوں وغیرہ پر بحثیں ہوا کریں گی تو یقیناً تھوڑے عرصہ میں وہ کام ہو سکتا ہے جو بڑی بڑی انجمنیں نہیں کر سکتیں۔"

(ذکر اردو صفحہ 18)

ان عبارتوں کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ خلفائے احمدیت کو کسقدر اردو زبان سے لگاؤ تھا اور اس کی ترقی کی کتنی خواہش تھی۔

اب جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کے جذبہ خدمت اردو کیطرف آتے ہیں چنانچہ آپ اردو کانفرنس 1964ء منعقدہ ربوہ کے اختتامی خطاب میں فرماتے ہیں :۔

"اردو کے ساتھ جماعت احمدیہ کا ایک پائیدار اور روحانی رشتہ بھی ہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اکثر تصانیف اردو میں ہی ہیں اس لئے اردو زبان عربی کے بعد ہماری محبوب ترین زبان ہے۔ اردو ہماری مذہبی زبان ہے' یہ ہماری قومی زبان ہے' یہ ہماری آئندہ نسلوں کی زبان ہے' یہ وہ قیمتی متاع ہے جو ہمارے اسلاف سے ورثہ میں ملی ہے۔"

(ذکر اردو صفحہ 20)

مزید فرماتے ہیں :۔

"اردو ایک زندہ قوم کی زبان ہے۔ ادبیات کی اہمیت مسلم لیکن یہ نہ بھولئے کہ اردو زبان کا یہ بھی حق ہے کہ شعر و ادب کے روایتی اور محدود دائرے سے نکل کر زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہو جائے۔ ساری دنیا کے دلوں پر اس کی حکومت ہو۔ قومیں اسے لکھیں' بولیں اور اس پر فخر کریں اور بین الاقوامی زبانوں کی محفل میں اردو بھی عزت کے بلند مقام پر سرفراز ہو۔"

(ذکر اردو صفحہ 20)

اب ہم خلافت رابعہ کے دور میں داخل ہوتے ہیں' یہ سنہری دور جہاں اور بہت سے ترقیات کا مورد ٹھہرا' وہاں اردو زبان بھی کسی سے پیچھے نہ رہی۔ اس مبارک دور میں ایم۔ٹی۔اے M.T.A کا آغاز ہوا جو اس کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے پر معارف خطبات جمعہ درس القرآن اور مجالس عرفان اس بات کا ثبوت ہیں کہ آئندہ کسی وقت اس زبان کو عالمی حیثیت اختیار کر جانا ہے اور سب سے بڑھ کر حضورِ انور کا صرف بچوں کو اردو زبان سکھانا اس بات کا شاہد ہے کہ اردو تمام دنیا پر چھا جانیکی تیاریاں کر رہی ہے۔ آپ جانتے تھے کہ گو جماعت احمدیہ کا بہت سارا لٹریچر دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اور لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں مگر پھر بھی آپ کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ مغربی دنیا میں بسنے والے احمدی اردو زبان کیطرف توجہ کریں تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں مذکور نکاتِ روحانیت سے احسن رنگ میں مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ ذیلی تنظیموں کو توجہ اس امر کی طرف

مبذول کرواتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"دوسری نصیحت میری یہ ہے کہ آپ اردو کیطرف توجہ کریں الہامات کے علاوہ حضرت مسیح موعود کی اکثر تحریرات اردو میں ہیں جب تک آپ اردو نہیں سیکھیں گے آپ حضرت مسیح موعود کی پر معرفت کتب میں بیان فرمودہ نکات روحانیت سے صحیح معنوں میں آشنا نہیں ہو سکتے کیونکہ ترجمہ میں وہ خوبصورتی اور لطف ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جو حضور کی اپنی تحریرات کو پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جولائی 1993ء بمقام اوسلو ناروے)

اس وقت جماعت احمدیہ کے متعدد اخبارات ورسائل اردو زبان میں چھپ رہے ہیں علاوہ ازیں ایم۔ٹی۔اے اس زبان کو اکنافِ عالم تک پہنچا رہا ہے اور اس طرح جماعت احمدیہ کے تمام اہم اجتماع و تقاریب میں اسی زبان کو رونق بخشی جاتی ہے۔ یہ تمام امور اس بات پر شاہد ہیں کہ کس طرح خواجہ میر درد کی اردو زبان کے بارے میں پیشگوئی جماعت احمدیہ کے ذریعہ حرف بحرف پوری ہوئی۔

حضرت مسیح موعود کی تصانیف کے طفیل قرآن وحدیث کے ایسے نکات معرفت ہم تک پہنچے جن کو قیامت تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی طبابت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہومیو پیتھک کلاسز اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فی الحقیقت اردو زبان کا پودا بڑھا اور قد آور درخت کی صورت اختیار کر گیا جس کے ثمر سے ہر کوئی فیضیاب ہو رہا ہے۔

☆☆☆

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی سہ ماہی دوم

(بیوت الذکر کے آداب اور برکات)

اوّل	محمد شکر اللہ	ڈسکہ کلاں	سیالکوٹ
دوم	آصف اکرام	کوٹ عبد المالک	شیخوپورہ
سوم	شاہد احمد شاکر	بشیر آباد	حیدر آباد
چہارم	قیصر محمود	دار العلوم جنوبی	ربوہ
پنجم	خالد محمود	النور	کراچی
ششم	توقیر احمد آصف	دار الحمد	فیصل آباد
ہفتم	محمد رفیق انجم	بشیر آباد	حیدر آباد
ہشتم	نصیر احمد شریف	حافظ آباد شہر	حافظ آباد
نہم	عطاء لقدوس طاہر	فیکٹری ایریا	حیدر آباد
دہم	مظفر احمد ظفر	الشمس	سرگودھا

حوصلہ افزائی

آصف الرحمان قمر	دار الذکر	فیصل آباد
یحییٰ وسیم قریشی	نارتھ	کراچی
محمد اکرام نوشاہی	النور	کراچی
سید حماد احمد	فیصل ٹاؤن	لاہور
عیسیٰ وسیم قریشی	نارتھ	کراچی
سجاد احمد شکیل	کوٹلی افغاں	منڈی بہاء والدین
سہیل احمد	دار النور	فیصل آباد
وسیم احمد خان	بشیر آباد	حیدر آباد
محمد معظم علی	دار الذکر	فیصل آباد
انتصار احمد ازکی	اسلام آباد شہر	اسلام آباد

S.I.S.S.A - I.S.A.S

(مرسلہ : نظارت تعلیم۔ صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ)

انٹرنیشنل سکول فار ایڈوانس سٹڈیز (S.I.S.S.A-I.S.A.S) واقع Trieste (اٹلی) مندرجہ ذیل مضامین میں اعلیٰ تعلیم / تحقیق کے شاندار مواقع فراہم کرتا ہے۔

Astrophysics

Theory Of Condensed Matter

Theory Of Elementry Particles

Molecular Genetics

Functional Analysis & Applications

Biophysics

Cognitive Neurosciences

ان تمام مضامین میں تعلیم کا آغاز ہر سال نومبر میں ہوتا ہے اور 3 سال کی تعلیم اور تحقیق کے بعد Ph.D کی ڈگری دی جاتی ہے۔ استثناء کی شکل میں ادارہ اگر اجازت دے تو چار سال میں ہی پروگرام مکمل کیا جاسکتا ہے۔ اس ادارہ میں دو طریق ہر داخلہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

1- ہر سال اکتوبر میں ادارہ میں داخلہ ٹیسٹ ہوتا ہے۔ اس کو پاس کرنے والے طالبعلم کو داخلہ دے دیا جاتا ہے۔

2- اس کے علاوہ داخلہ Rreselection کی بنیاد پر بھی دیا جاتا ہے جس کا معیار اعلیٰ تعلیمی ریکارڈ۔ سائنسی Qualification اور Letter Of Reference شامل ہیں۔ اس طرح داخلہ حاصل کرنے والے طلبہ کا طریق نمبر 1 میں بیان کردہ داخلہ ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا لیکن تعلیم کے پہلے سال بنیادی امتحان پاس کرنا لازم ہوگا۔

صرف وہ طلباء و طالبات اس پروگرام میں درخواست دے سکتے ہیں جو 9 اکتوبر 1970ء کے بعد پیدا ہوئے ہوں۔ تعلیمی قابلیت میں درخواست دھندہ کا ماسٹرز ہونا لازمی ہے۔

دونوں صورتوں میں داخلہ کے خواہش مند طلباء و طالبات اس ایڈریس پر رکھ مکمل معلومات منگوا سکتے ہیں۔

S.I.S.S.A-I.S.A.S
VIA BEIRUT 2-4
34014 - TRIESTE - ITALY
WEB:-www.sissa.it
E-mail:-phd@sissa.it

جو طلبہ Elementry Particles میں داخلہ کے خواہش مند ہوں ان کیلئے GRE کا امتحان دینا لازمی ہے لیکن جو باقی پروگراموں کیلئے بھی یہ امتحان دے دیں ان کے داخلہ کا کیس مضبوط ہو جائے گا۔

جو طلباء و طالبات Preselection کے ذریعہ داخلہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں ان کیلئے درخواستیں جمع کروانے کی آخری تاریخ 30 اپریل 2000ء ہے۔

(نظارت تعلیم)

جنت البقیع کے پہلے مدفون

حضرت عثمان بن مظعونؓ

عثمان بن مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ آپ کی کنیت ابو سائب تھی والدہ کا نام سخیلہ تھا۔ آپ بہت ابتداء میں اسلام لائے (ابن اسحٰق) ہجرت حبشہ کے وقت اپنے بیٹے سائب کے ہمراہ ہجرت کی۔ لیکن قریش مکہ کے اسلام لانے کی افواہ سن کر واپس تشریف لے آئے (۲)۔ واپسی پر ولید بن مغیرہ نے آپ کو پناہ دی۔ چند دن بعد انہوں نے دیکھا کہ وہ تو ولید کی پناہ میں ہیں اس لئے انہیں کوئی سخت بات بھی نہیں کہتا جبکہ دوسرے مسلمان اور نبیؑ اقدس طرح طرح کی مشکلات اور تکالیف برداشت کر رہے ہیں۔ انہوں نے ولید سے بات کی کہ وہ اپنی پناہ واپس لے لے۔ ولید نے سمجھایا تو یہ نہ مانے بالآخر یہ ولید کی پناہ سے نکلے مسجد میں ولید کی پناہ سے نکلنے کا اعلان کیا باہر نکلے تو ایک جگہ پر لبید بن ربیعہ کی محفل مشاعرہ ہو رہی تھی۔ لبید شعر سنا رہا تھا یہ بھی بیٹھ گئے۔ لبید نے ایک شعر کا پہلا مصرع پڑھا۔

الا کل شی ما خلا اللہ باطل

اس پر عثمان بولے تو نے سچ کہا اور جب ولید نے دوسرا مصرع

وکل نعیم لا محالہ زائل

پڑھا تو یہ بولے تو نے جھوٹ کہا ہے۔ لوگوں نے کہا دوبارہ پڑھو لبید نے دوبارہ پڑھا تو حضرت عثمان نے بھی دوبارہ یہی دو فقرے دہرائے۔ لبید کو بہت غصہ آیا وہ بولا کہ اے قریش والو! تمہاری مجلسیں ایسی تو نہ تھیں۔ یہ سن کر ان میں سے ایک کھڑا ہوا اور حضرت عثمانؓ کو آنکھ پر تھپڑ مارا جس کی وجہ سے وہ گھائل ہو گئی اس پر لوگوں نے کہا "تو جس پناہ میں تھا وہ ترے لئے اس تکلیف سے اچھی نہ تھی۔

اس پر عثمانؓ بولے خدا کی قسم میری دوسری آنکھ بھی اس تکلیف کی مشتاق ہے۔ جو پہلی کو اللہ کی راہ میں پہنچی ہے اور میرے لئے تو میرے نبی اقدسؐ اور ان کے اصحابؓ کا اسوہ ہے۔ ولید نے پوچھا بھتیجے کیا تو میری پناہ میں ہے۔ جواب دیا میرے لئے اللہ کی ہی پناہ کافی ہے اور وہی مجھے پناہ دینے والا ہے (۳)۔

مدینہ ہجرت کی بدر میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ بہت عابد تھے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت۔ نبی کریم ﷺ سے تبتل کی اجازت مانگی لیکن حضور اقدس نے منع کر دیا۔ اسلام سے پہلے بھی انہوں نے شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔ (۴)

آپ مدینہ میں فوت ہونے والے مہاجرین صحابہؓ میں پہلے تھے۔ نبی اکرمؐ نے آپ کی میت دیکھی تو آنحضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپؐ نے عثمان کے ماتھے پر بوسہ دیا (۵)۔ آپ کی میت کے ساتھ جنت البقیع گئے۔ تدفین کے بعد آپ کی قبر پر ایک پتھر بھی اپنے ہاتھ سے نصب کیا۔ آپ ۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ جنت البقیع میں دفن ہونے والے وہ پہلے صحابی تھے (۶)۔

۱۔ اسد الغابہ
۲۔ سیرہ ابن ہشام جلد اول
۳۔ سیرہ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۰۔۱۱
۴۔ اسد الغابہ
۵۔ ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی تقبیل المیت
۶۔ اسد الغابہ

انٹرویو

ڈاکٹر اے ایچ نیر

ڈاکٹر اے۔ ایچ نیر (عبدالمجید نیر) شعبہ فزکس قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں 1973ء سے درس و تدریس کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ اس وقت ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ وہ ملکی اور غیر ملکی سائنس کے حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت کے مالک ہیں۔ پاکستان معاشرے کو سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی دینے اور ملک سے افلاس کے خاتمے کے لئے مصروف جہاد ہیں۔ وہ 9 جنوری 1945ء کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ میٹرک 1949ء میں ملتان سے کیا۔ ایف ایس سی سکھر سے کی۔ بی ایس سی آنرز کراچی یونیورسٹی سے کیا۔ ایم ایس سی فزکس کی ڈگری 1966ء میں کراچی یونیورسٹی سے لی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ چلے گئے۔ پی ایچ ڈی 1973ء میں امپیریل کالج لندن سے کی۔ ایک سال (83-1982) کے لئے کینیڈا کی یونیورسٹی آف مینی ٹوبا میں وزٹنگ پروفیسر رہے۔ 95-1994ء میں انٹرنیشنل سنٹر فار تھیورٹیکل فزکس' اٹلی میں وزٹنگ سائنٹسٹ رہے اور اسی سنٹر کے کافی عرصہ تک ایسوسی ایٹ ممبر رہے۔ اسی طرح امریکہ کی پرنسٹن یونیورسٹی میں 1998ء میں وزٹنگ سائنسدان رہے۔

ڈاکٹر نیر کے کافی تعداد میں ریسرچ پیپرز بین الاقوامی سائنٹیفک جرنلز میں شائع ہو چکے ہیں۔ انہیں بے شمار ملکی و غیر ملکی کانفرنسوں میں مقالات پیش کرنے کے مواقع ملے ہیں۔ وہ آج کل قائداعظم یونیورسٹی کے کنٹرولر امتحانات کی ذمہ داری بھی نبھا رہے ہیں۔ وہ ہماری قوم اور ملک کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ ان کی کسی رائے سے اختلاف تو ممکن ہے لیکن ان کی اصابت فکر سے انکار ممکن نہیں...... لیجئے پڑھیے وہ کیا کہتے ہیں۔

سوال :۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو سائنس سے دلچسپی کب شروع ہوئی ؟

جواب :۔ سائنس سے دلچسپی اس وقت شروع ہوئی جب سے اسے پڑھنا شروع کیا اور یہ معاملات سکول کے زمانے سے شروع ہوئے۔

سوال :۔ ہمارا معاشرہ سائنس و ٹیکنالوجی میں پسماندہ کیوں ہے ؟

جواب :۔ کسی بھی معاشرے میں علم کی ترویج بنیادی طور پر ثقافتی رجحانات پر منحصر ہوتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں تاریخی طور پر علم کی پرورش اور علم دوستی کا فقدان رہا ہے۔ علم کا تصور عام طور پر دیئے ہوئے علم کے طور پر زیادہ رہا ہے اور انسان کے پیدا کردہ علم پر کم رہا ہے چنانچہ آزادی سے پہلے اس معاشرے میں ہندوستان کے جہاں بعض دوسرے معاشروں میں علمی رجحانات بہت زیادہ پائے جاتے تھے' جبکہ جہاں موجودہ پاکستان بنا ہے یہاں علم کے رجحانات کم پائے جاتے تھے ایک اور مثال بنگال کی لے لیجئے ہندوستان میں سب سے

پہلے اس علاقے میں سائنس آئی تھی۔ آج بھی مغربی بنگال سائنسی تعلیم کے میدان میں بہت ترقی یافتہ ہے۔ جبکہ مشرقی بنگال اس کے ساتھ قدم ملا کر نہیں چل پایا حالانکہ مشرقی بنگال موجودہ پاکستان کے مقابلے میں بہتر روایات کا حامل ہے لیکن وہاں بھی سائنس کی روائتیں مغربی بنگال سے بہت پیچھے ہیں۔ مختلف علاقوں میں سائنس کی تعلیم مختلف درجوں میں رہی اور ایک ہی علاقے میں رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں میں سائنسی تعلیم کی حیثیت مختلف رہی۔ اس میں پھر نظر یہ آتا ہے کہ مسلمانوں میں خاص طور پر جدید علمی اور سائنسی توجیہہ مقبول نہ ہو پائی جس کی وجہ سے ہمارے جیسے معاشروں میں سائنس کی تعلیم کا فقدان رہا۔

سوال :۔ مگر ڈاکٹر صاحب ہمارے ہاں ٹیکنالوجی کا استعمال تو وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔؟

جواب :۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔ ٹیکنالوجی کی حد تک ہمیں بہت شوق ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ ٹیکنالوجی حاصل کریں اور ٹیکنالوجی کے ثمرات سے بہرہ ور ہو سکیں لیکن وہ سائنس جو ٹیکنالوجی کو جنم دیتی ہے اس سے ہم رغبت نہیں رکھتے۔

سوال :۔ ڈاکٹر صاحب اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے ؟

جواب :۔ یہ اس کی تاریخی اور ثقافتی وجہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہماری حکومتیں بھی سائنس کی تعلیم و ترویج کے بارے میں زبانی کلامی دعوؤں کے علاوہ کوئی قابل ذکر کام نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ ہمارے ملک میں سائنس کی تعلیم اور تربیت کو اس قسم کی سرکاری سرپرستی حاصل نہیں ہے جو ہونی چاہئے ہمارے ہاں کے حکمران طبقات یہ سمجھنے سے عاری ہیں کہ تعلیم ایک قومی سرمایہ کاری ہے جس میں دھائیوں تک بہت بڑی سرمایہ کاری کرنے کے بعد آہستہ آہستہ اس کے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

سوال :۔ ڈاکٹر صاحب آپ کی ریسرچ کا شعبہ کون سا ہے ؟

جواب :۔ میرا فیلڈ جو ہے وہ "تھیورٹیکل سالڈ ٹیسٹ فزکس" ہے۔ اس میں میرا کام قابل ذکر نہیں ہے لیکن جب کبھی سائنس میں قابل قدر دریافتیں ہوتی ہیں تو طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ اس بات کی بڑی خوشی ہوتی ہے کہ میں کم از کم ان دریافتوں اور سائنسی اصولوں کو سمجھنے کے قابل تو ہوں۔ انسانی ذہن جو عظیم کارنامے سرانجام دے رہا ہے اس کو جان کر بہت خوشی ہوتی ہے۔

سوال :۔ اب جو پاکستان نے ایٹم بم بنالیا ہے کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ پاکستان سائنسی طور پر بہت ترقی یافتہ ہے ؟

جواب :۔ بیسویں صدی کے آخر میں ایٹم بم بنانا کوئی سائنسی کارنامہ ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ یہ انجینئرنگ کا کارنامہ تو ہو سکتا ہے۔ وہ بھی ایسی ٹیکنالوجی کے حصول کا جو پچاس سال سے زیادہ پرانی ہے جس کا علم درسی کتابوں تک میں موجود ہے اور جن کے بارے میں معلومات انٹرنیٹ پر ہر وقت دستیاب ہیں۔ اس وقت میں آپ کو انٹرنیٹ پر ایسی کتاب دکھا سکتا ہوں جس میں ایٹم بم بنانے کی تمام تفاصیل اچھی طرح درج ہیں اور یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی ملک جس میں معمولی درجے کی سائنسی معلومات کو جاننے اور جس نے ایٹم بم بنانے کا تہیہ کر رکھا ہو اور اس کے لئے وسائل بھی مختص کر رکھے ہوں وہ ایٹم بم بنا سکتا ہے۔

سوال :۔ اس سلسلے میں آپ کسی ملک کی مثال دے سکتے ہیں ؟

جواب :۔ اب یہی دیکھئے کہ شمالی کوریا پر تمام دنیا شبہ رکھتی ہے کہ وہ ایٹم بم بنا رہا ہے جبکہ شمالی کوریا دنیائے سائنس کے نقشے پر وجود ہی نہیں رکھتا' نہ وہاں کی سائنسدانوں کے کوئی کارنامے ہیں' نہ ان کوئی تھیوریاں ہیں اور نہ ان کے کوئی تجربات ہیں اس کے باجود اس قابل ہیں کے ایٹم بم بنا سکیں۔

اگر کوریا کی سائنسی حیثیت پاکستان سے دس بیس گنا کم ہونے کے باوجود اس پر بھی ایٹم بم بنانے کے شبے ہو سکتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ایٹم بم بنانے کے لئے کوئی بڑی سائنسی مہارت درکار نہیں ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ایٹم بم بنانے والے چاہے وہ ہندوستان

میں ہوں یا پاکستان میں اپنے کارناموں کو بڑھا چڑھا کر پیش ضرور کرتے ہیں لیکن انکا یہ کارنامہ سائنس کا نہیں، ٹیکنالوجی کا یہ اور بھی معلوم شدہ ٹیکنالوجی کے حصول سے زیادہ نہیں ہے۔

سوال :۔ لیکن کیا پاکستان نے جو غوری اور شاہین میزائل بنائے ہیں۔ اس سے ہماری سائنسی مہارت کا اعتراف نہیں کیا جاسکتا؟

جواب :۔ اس سلسلے میں بھی ہمیں وہی کوریا پر نظر دوڑانے کی ضرورت ہے۔ ہم پر تمام دنیا کا الزام ہے کہ ہم نے یہ میزائل کوریا کے میزائلوں جیسے بنائے ہیں۔

میں نے ایسے تحقیقی مقالے دیکھے ہیں جن میں کوریا کے میزائلوں اور پاکستان کے غوری اور حتف میزائلوں کا موازنہ کر کے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ اگر کوریا اپنے ہاں کسی قابل ذکر سائنسی کارگزاری کے بغیر ایسے میزائل بنا سکتا ہے اور اس کے میزائل دنیا میں برانڈ کے طور پر تصور کئے جاسکتے ہیں تو پاکستان کی طرف سے ویسے ہی میزائل بنالینا کون سا بڑا کارنامہ ہے۔ عراق نے بھی الحسین جیسے میزائل بنائے اور خلیج کی جنگ میں استعمال بھی کیا لیکن دنیائے سائنس میں اسے سائنسی کارنامہ قرار نہیں دیا جاتا اور عراق کی بعینہ وہی صورت ہے کہ علم کی دنیا میں اس کے باشندوں کا حصہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے تو محض چند میزائل بنالینے سے ہمارے سائنس کے کارناموں کا قطعاً کوئی اظہار نہیں ہوتا۔ ہماری قوم کے اگر کوئی سائنسی کارنامے تھے تو وہ ڈاکٹر عبدالسلام کے تھے۔ سلیم الزمان صدیقی کے تھے یا ریاض الدین، فیاض الدین کے تھے۔ جن کا ادراک نہ حکومت کر رہی ہے اور نہ ہی ہمارا معاشرہ کر رہا ہے۔ یا پھر سائنس و ٹیکنالوجی میں ان لوگوں کی قابل قدر خدمات ہیں جنھوں نے ملک کی زرعی پیداوار کو بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ سائنس جو انسان کے علم کی حدود کو آگے بڑھائے یا بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں استعمال ہو اس سے بدرجہا بہتر ہے جو سائنس یا ٹیکنالوجی انسان کی تباہی کے لئے استعمال ہو۔

سوال :۔ ہم ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں اور پاکستان میں آپ سائنس کے مستقبل کو کس طرح سے دیکھتے ہیں؟

جواب :۔ سائنس کی تمام تر ترقی سائنس کے میدان میں تربیت یافتہ افراد پر منحصر ہوتی ہے۔ ان میں ایسے سائنسدان بھی ہوتے ہیں جو اطلاقی سائنس (Applied Science) کے میدان میں کام کرتے ہیں یعنی سائنس کا اطلاق معاشرے کی مختلف ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کرتے ہیں اور ایسے سائنسدان بھی ہوتے ہیں جو بہت بنیادی سائنس کی تحقیق کرتے ہیں، قوانین قدرت دریافت کرتے ہیں اور قوانین قدرت کی بہت بنیادی اصولوں کی گتھیاں بھی سلجھاتے ہیں۔ اطلاقی سائنس اسی وقت ممکن ہوتی ہے جب سائنسدانوں کی ایک معقول تعداد بنیادی سائنسی تحقیق میں بھی مصروف ہو۔ ہمارے معاشرے میں اطلاقی سائنس کے بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں جن میں زراعت بھی ہے کیمیا بھی ہے اور دوسرے بہت سے میدان بھی لیکن بنیادی سائنس کی تحقیق کرنے والوں میں پچھلی دہائیوں میں واضح طور پر کمی آئی ہے۔ 1950-60ء کی دہائیوں میں بہت بڑے پیمانے پر نوجوانوں کو سائنس کی اعلیٰ تعلیم کے لئے تیار کیا گیا اور بیرون ملک بھجا گیا لیکن بعد میں بتدریج کمی آتی چلی گئی۔ اس وقت ایسے کوئی قابل ذکر پروگرام موجود نہیں ہیں۔ جن کے تحت حکومت بنیادی سائنس میں تربیت کے لئے نوجوانوں کو بیرون ملک اعلیٰ ترین تعلیمی اداروں میں بھیجتی ہو۔ وزارت سائنس و ٹیکنالوجی کا ایک پروگرام جو 80ء کی دہائی میں طلباء کو اعلیٰ سائنسی تربیت کے لئے بیرون ملک بھی بھیجنے کا تھا اور جس کے تحت ہر سال دو سو طلباء باہر بھیجنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ مختلف وجوہات کی بناء پر اسے ختم کر دیا گیا۔ اس ضمن میں کسی قسم کی کوئی سرکاری سرپرستی نہیں ہوتی۔ اکا دکا ذہین طلباء خود اپنی ہی کوششوں سے جب اعلیٰ تعلیم حاصل کر بھی

لیتے ہیں تو انہیں ملک میں کام کے مناسب مواقع دینے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں، میں ذاتی طور پر پاکستان میں سائنس کے مستقبل کے بارے میں بہت زیادہ مایوس ہوں۔ پاکستان کی کئی یونیورسٹیاں ڈگری کالجوں سے بھی بدتر حالت میں پائی جاتی ہیں۔ جہاں کے زیادہ تر اساتذہ وہیں سے فارغ شدہ ایم ایس سی گریجوائٹ ہیں۔ یوں وہ نہ یونیورسٹیاں اپنا تعلیمی معیار قائم رکھ سکتی ہیں اور نہ بہتر تربیت یافتہ طلباء پیدا کر سکتی ہیں۔ ایسی یونیورسٹیاں ایک یا دو نہیں بلکہ کئی ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر کم از کم دس پندرہ ایسے فزکس کے پی ایچ ڈی یافتہ نوجوانوں کی جانتا ہوں جو پاکستان میں ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے ملک چھوڑ کر باہر جا چکے ہیں۔ اگر یہی حالات رہے تو ہمارے ہاں تعلیم کے اعلیٰ اداروں کو کی نشونما نہیں ہو سکے گی اور ملک و قوم اس میدان میں پسماندہ ہوتے چلے جائیں گے۔

سوال :۔ آپ کے نقطہ نظر کے مطابق ہمیں کیا کرنا چاہئے تا کہ ہم ایک خوشحال قوم اور سائنس و ٹیکنالوجی سے لیس ہو کر اکیسویں صدی میں داخل ہو سکیں ؟

جواب :۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ باون سالوں سے ہم نے اربوں صفحات لکھ چھوڑے۔ چاہے یہ صفحات کتابوں کی شکل میں ہوں ۔ سب ماورائی باتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں کہیں بھی پاکستان کے مفلوک الحال عوام کے بارے میں ذکر نہیں ہے۔ نہ ہی کہیں زمینی حقائق دیئے گئے ہیں۔

اب دنیا سمٹ کر گلوبل دنیا کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ہمیں خوابوں کی دنیا سے نکل کر حقائق کا ادراک کرنا پڑے گا۔

(بشکریہ :۔ قومی ڈائجسٹ دسمبر 99ء)

☆☆☆

کینسر کا دشمن لہسن

لہسن بہت ہی فائدہ مند چیز ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں مختلف بیماریوں سے بچاؤ کی طاقت رکھی ہے۔ سب سے اہم خوبی لہسن کے استعمال کی یہ ہے کہ یہ خون کی رگوں میں موجود کولیسٹرول کو جلا دیتا ہے اور خون میں موجود چکنائی کو ختم کر کے اسے گاڑھا ہونے سے بچاتا ہے۔ اس سے ایک طرف بلڈ پریشر کے مریض کو باآسانی گردش سے دل کے دورے سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر موجود زمانے میں ہمارے معاشرے کے نمائشی افراد اس کے استعمال سے اس لیئے کتراتے ہیں کہ اس کے استعمال کے بعد منہ سے بدبو آتی ہے۔ اگر وہ اسے اپنی خوراک میں صحیح طرح استعمال کریں اور کھانا کھانے کے بعد اچھی طرح منہ برش کر لیں تو یہ شکایت نہ ہو۔ لہسن کی خصوصیات کے بارے میں مزید تحقیق کرتے ہوئے نیوزی لینڈ میں مقیم ایک جوڑے نے لہسن کے استعمال سے کینسر کے بچاؤ کے بارے میں کامیاب تجربات کئے ہیں اور ایک صحت مند انسان کے لئے روزانہ لہسن کی مقدار کا پتہ چلایا ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے یہ تجربات چوہوں پر کیئے اور انہیں پانچ روز تک مختلف مقدار میں لہسن استعمال کرایا۔ اس تجربے کے نتائج سے یہ بات سامنے آئی کہ اعشاریہ ۳ ملی گرام ایک کلو گوشت کے لئے مفید ہے۔ یعنی ایک عام آدمی کے لئے ایک جوا لہسن روز استعمال کرنا کینسر سے بچاؤ کا قدرتی طریقہ ہے۔ لہذا اس بہترین سبزی کو اپنی غذا کا حصہ بنایئے اور مختلف بیماریوں سے محفوظ رہیئے۔

☆☆☆☆☆

نظم

وصال ہجر کو جب اختیار کرتا ہے
تو میری روح میں تیرا بدن سنورتا ہے
اے میرے تیز قدم احترم! مٹی کا
تیرے غبار کے نیچے بھی شہر بستا ہے

تجھے بھی ایک ہی صورت کمال دکھتی ہے
مجھے بھی ایک ہی چہرہ حسین لگتا ہے
یہ خواب دیکھا ہے میں نے خراب حالی میں
ستارہ بن کر مرا نقش پاء ابھرتا ہے
میں اپنی ذات کے ٹکڑے سمیٹ لوں تو کہوں
وہ جسنے ساتھ دیا میرا خود شکستہ ہے
مقام ایسے بھی کچھ زندگی میں آتے ہیں
جب اپنے وصل کو بھی آدمی ترستا ہے
زمین کا دائرہ ٹوٹے یا اب فلک مجھ پر
قدم پہ ستاروں کا رخ بدلتا ہے
مجھے اے نور مجسم وہ روشنی ہو عطا!
کہ جسکا دائرہ ہر دور سے گذرتا ہے

(ناصر احمد سید)

عطیہ خون

(مخدوم کاشف حسیب)

یوں تو سائنس ہمیشہ سے ہی بنی نوع انسان کی ترقی اور خوشحالی کیلئے سرگرمِ عمل ہے لیکن اِس ضمن میں جو ترقی گزشتہ تین صدیوں میں ہوئی اُس سے پہلے کے تین ہزار سالوں میں بھی نہ ہوئی تھی موجود سائنس نے اِنسان کو دُکھ درد سے نجادت دِلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے صِرف چند سو سال پہلے اِنسان بہت سی بیماریوں کا دست بستہ غلام تھا چیچک کی پرستش آج بھی کئی افریقی ممالک میں جاری ہے۔ لیکن سب سے دلچسپ حال قدیم زمانے میں علاج کا تھا بیماریوں کا علاج ابتدائی طور پر سر میں کیل ٹھونکنے الٹا لٹکانے اور خون ضائع کرنے کے ذریعے کیا جاتا تھا پھر رفتہ رفتہ متاثرہ عضو کو جسم سے علیحدہ کرنے کی تکنیک عام ہوئی اور سر ٹانگ وغیرہ کو علاج کیلئے جسم سے علیحدہ کیا جانے لگا علاج تو کیا ہوتا البتہ مریض کو اصل بیماری سے بھی زیادہ تکلیف دہ علاج سے نجات مل گئی۔ انسانی ترقی اور سائنس کا یہ سفر جاری و ساری رہا یہاں تک کہ باروے نے انتقال خون کا معروف نظریہ پیش کیا جو کہ علاج کی جدید میڈیکل سائنس کی جان اور انسانی بقا کا ضامن ہے۔

انتقال خون کا موجودہ طریقہ کار صدیوں کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے اس کی تاریخ طویل بھی ہے اور عجیب بھی تاہم اس ضمن میں بعض امور کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سولہویں صدی کے اوائل میں پہلی بار انتقالِ خون کا تجربہ کیا گیا بھیڑ بکریوں کا خون اِس کام کیلئے نہایت موزوں سمجھا جاتا تھا چنانچہ نتیجہ بھی وہی ڈھاک کے تین پات رہا پھر قیدیوں کا خون بطورِ سزا نکالا گیا اور مریضوں کو دیا گیا اگلے سو سال میں صرف وہ سوئی ایجاد ہوئی جس کے ذریعہ آج انتقال خون محفوظ اور آسان ہے۔ اسی دوران تندرست آدمی کی شریان سے براہِ راست بیمار آدمی کی رگوں میں منتقل کرنے کا طریقہ معلوم ہوا پہلے

پہل یہ سمجھا جاتا تھا کہ مریض کا تمام خون نکال کر اسے تندرست خون دیت تمام خون نکال کر اسے تندرست خون دینا ضروری ہے بار بار تجربات کے نتیجے میں تھوڑا خون نکال کر مزید خون دیا جانے لگا پھر خون نکالنے کا طریقہ کلیۃً موقوف کر دیا گیا لیکن ابھی ایک اور زبردست مشکل باقی تھی۔

جنگ سے متاثرہ بعض مریضوں کو جو خون دیا جاتا تو وہ بے چینی کا شکار ہو جاتے اور ان کی حرکات سے یوں محسوس ہوتا کہ گویا ان کی نسوں میں خون نہیں بلکہ زہر افعی بھر دیا گیا ہے اس کے برعکس بعض مریضوں کو خون ملتے ہی ان کی حالت بہتر ہونے لگتی اور وہ ہشاش بشاش اور خوش نظر آنے لگتے ڈاکٹر حیران تھے کہ ایک ہی خون بعض مریضوں کیلئے زہر اور بعض کیلئے دوا کا کام کیوں دیتا ہے اول الذکر مریض تڑپ تڑپ کر جان کیوں دے دیتے ہیں اور ثانی الذکر کی حالت بہتر کیوں ہو جاتی ہے۔

اِس سوال کا جواب حاصل کرنے میں مزید پچاس برس صرف ہوئے (یعنی 1870ء سے 1930 تک) یوں تو ان تجربات میں بہت سے سائنس دانوں نے حصہ لیا لیکن حتمی نتائج حاصل کرنے کا سہرا اطالوی ڈاکٹر لینڈ سٹینر کے سر بندھا اس نے ثابت کیا کہ جانور تو کجا اِنسانوں کا خون بھی بغیر معائنے کے دوسروں کو دینا درست نہیں نیز یہ کہ خون کی تین اقسام ہیں اور ان میں ایک اور قسم کا اضافہ ہوا چنانچہ آج ہم خون کی چار اقسام اے 'بی۔ اے 'بی اور او سے واقف ہیں اور ہر شخص کو خون دینے سے قبل اسکا گروپ یعنی خون کی قسم معلوم کر کے اسی قسم کا خون دیا جاتا ہے بعض اوقات خون کی ایک ہی قسم ہونے کے باوجود مریض کو تندرست خون راس نہیں آتا چنانچہ اس خطرے سے بچنے کیلئے پہلے دونوں افراد کے خون کو ملا کر ان کا ردِ عمل معلوم کر لیا

جاتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ متاثرہ شخص کیلئے پہلے ایک خون دینے والا شخص تیار کیا جاتا پھر دونوں کی رگوں میں سوئیاں لگا کر براہ راست خون منتقل کر دیا جاتا لیکن اس طریقہ کار کی خامیاں خوبیوں سے زیادہ تھیں یہ طریقہ جراثیم سے تو بچاتا تھا مگر اکثر ایسا ہوتا کہ مریض خون دینے والے فرد کے پہنچنے سے پہلے ہی جان دے دیتا اور خون دینے کی نوبت ہی نہ آتی بعض اوقات متاثرہ شخص کی مطلوبہ خون کی قسم ہی دستیاب نہ ہوتی چنانچہ اس مقصد کیلئے بلڈ بینک یعنی خون کے ذخیرے قائم کئے گئے حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق پہلے تندرست خون کو ایک بوتل میں جمع کیا جانے لگا پھر اسے اس بوتل سے مریض کے جسم میں منتقل کیا گیا۔

لیموں کا نمک، خنک ساز ماحول اور جراثیم کش ادویات خون کو ہفتوں بلکہ مہینوں تک بھی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسکی افادیت میں کمی آتی رہتی ہے پھر بھی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا تو بہتر ہی ہے۔ سائنس کی ترقی کا عمل جاری و ساری ہے۔ ہمارا خون کلورو فلورو کاربن کی ایک پیچیدہ قسم ہے اس کی ساخت اور ہیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ مصنوعی خون بنانے کی کوششیں زور شور سے جاری ہیں امید ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں مصنوعی خون اصلی خون کی جگہ لینے لگے گا تاہم فی الحال خدمت خلق کا جذبہ رکھنے والے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو کہ اپنا خون حقیقی معنوں میں دوسروں کی زندگی کیلئے دے دیں لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے خون کے ایک تہائی خلئے ہر تین ماہ بعد مرتے رہتے ہیں اور انکی جگہ ہڈیوں کے گودے سے بننے والے نئے خلیے لیتے ہیں گویا خون نہ دینے کی صورت میں بھی وہ ضائع تو ہو ہی جائے گا اگر وہ کسی ضرورت مند کے کام آجائے تو کیا برا ہے۔

خون دینے کے بعد جسم میں موجود سفید خلیے خون کی کمی پورا کرتے ہیں، اسلئے ایک بار خون دینے کے بعد کم از کم تین ماہ تک خون دینے سے لازمی اجتناب کرنا چاہئے اسی طرح وہ افراد جنہیں ماضی قریب میں یرقان ہو چکا ہو یا جگر میں کسی وجہ سے خرابی ہو خون دینے کی بجائے خون لینے کے مستحق ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے خصوصی کردار کے باعث اب قیدیوں کا خون بطور سزا نکالانے کی ضرورت تو نہیں پڑتی تاہم ہمارے معاشرے میں خون دینے والوں کے لواحقین اب بھی دبے دبے سے خوف میں مبتلا رہتے ہیں کہ ایک بار تو لطیفہ ہی ہوا میرے دو دوست خون دینے گئے ایک کا گروپ مل گیا اور اس نے ایک بوتل خون نکلوا دیا۔ دوسرے کا گروپ نہیں ملا دونوں اکٹھے بلڈ بینک سے نکلے تو دوسرے دوست کے عزیزوں نے دیکھتے ہی کہا "آہ میرا بچہ دیکھو تو خون دیکر رنگ کیسا پیلا پڑ گیا ہے" حالانکہ موصوف کے جسم سے فقط ایک قطرہ خون لیا گیا تھا۔

یہ صرف سوچ کی بات ہے خون دینے کے بعد اگر آپ بھول جائیں کہ میں نے خون دیا ہے تو آپ کو کچھ بھی محسوس نہ ہوگا۔ اسکے برعکس اگر آپ سوچتے رہے کہ اب تو میں خون دے بیٹھا ہوں تو طرح طرح کے وساوس آپ کو پریشان کریں گے ویسے خون دینے کے دو تین دن تک معمولی سی کمزوری محسوس ہوتی ہے مگر ایک دو تجربوں کے بعد اس کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ خدمتِ خلق کی طرف سے خون کی قسم معلوم کرنے اور خون فراہم کرنے کا باقاعدہ انتظام ہے۔ جہاں ابھی تک یہ انتظام نہیں ہو سکا وہاں فوری طور پر میڈیکل کیمپ لگا کر گروپنگ کرنے کی ضرورت ہے اس سارے ریکارڈ کو باقاعدہ محفوظ رکھا جاتا ہے اور ضرورت پڑنے پر صحت مند افراد کو طلب کیا جاتا ہے انہیں بھی بھرپور تعاون کا مظاہرہ کرنا چاہئے یوں بھی۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اسی طرح خون فراہم کرنے والی تنظیموں کا دائرہ کار بڑھانے اور آپس میں رابطے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

(استفادہ از "انتقال خون" مصنف :۔ علی ناصر زیدی)

اردو ادب سے انتخاب

(مرتبہ فخر الحق شمس صاحب۔ نائب مدیر خالد)

کافی ہاؤس

عمدہ کافی بنانا بھی کیمیا گری سے کم نہیں۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ دونوں کے متعلق یہی سننے میں آیا ہے کہ بس ایک آنچ کی کسر رہ گئی۔ ہر ایک کافی ہاؤس اور خاندان کا مخصوص نسخہ ہوتا ہے جو سینہ بہ سینہ حلق بہ حلق منتقل ہوتا رہتا ہے۔ مشرقی افریقہ کے اس انگریز افسر کا نسخہ تو سبھی کو معلوم ہے جس کی مزید ار کافی کی سارے ضلع میں دھوم تھی۔ ایک دن اس نے ایک نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں اس کے حبشی خانساماں نے بہت ہی خوش ذائقہ کافی بنائی۔ انگریز نے بہ نظر حوصلہ افزائی اس کو معزز مہمانوں کے سامنے طلب کیا اور کافی بنانے کی ترکیب پوچھی۔

حبشی نے جواب دیا "بہت ہی سہل طریقہ ہے۔ میں بہت سا کھولتا ہوا پانی اور دودھ لیتا ہوں پھر اس میں کافی ملا کر دم کرتا ہوں۔"

"لیکن اسے حل کیسے کرتے ہیں بہت مہین چھنی ہوتی ہے۔"

"حضور کے موزے میں چھانتا ہوں"

"کیا مطلب؟ کیا تم میرے قیمتی ریشمی موزے استعمال کرتے ہو؟" آقا نے غضب ناک ہو کر پوچھا۔

خانساماں سہم گیا "نہیں سرکار میں آپ کے صاف موزے کبھی استعمال نہیں کرتا۔"

(مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "چراغ تلے" سے)

دانشمندی یا اختلاف

کرکٹ کے ایک میچ کے دوران ایک تماشائی گراؤنڈ کے ایک کونے میں بیٹھا امپائر کے ہر فیصلے پر بلند آواز سے اختلاف رائے کا اظہار کر رہا تھا۔ ایل بی ڈبلیو کے ایک فیصلے پر جب تماشائی نے اپنے اختلاف کا اظہار کیا تو امپائر نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور اس کی جانب چلنے لگا۔ سب لوگ حیرت سے یہ منظر دیکھنے لگے۔ امپائر تماشائی کے پاس پہنچا اور بولا "اجازت ہو تو میں تمہارے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ جاؤں؟"

تماشائی جو امپائر کے اس غیر متوقع اقدام سے خاصا گھبرا چکا تھا پریشان ہو کر بولا "کیوں؟ یہاں کیوں بیٹھنا چاہتے ہو؟ تمہاری جگہ تو میدان میں ہے۔

"میرا خیال ہے یہاں زیادہ بہتر نظر آتا ہے۔"

امپائر نے مسکرا کر جواب دیا۔

(امجد اسلام امجد کی کتاب "چشم تماشہ" سے اقتباس)

تیز رفتاری

میں اسپتال میں کوئی ہفتہ بھر رہا دوست احباب آتے اور جاتے رہے جو باتکلف تھے وہ آم 'خوبانی' گرما' آلو بخارا کوئی اور موسمی پھل لے آتے اور بے تکلف تھے وہ آکر یہ سارا مال چٹ کر جاتے۔ جب ملاقاتی چلے جاتے اور ڈاکٹر صاحب راؤنڈ پر آتے تو میرے بستر کے پاس پڑی ہوئی ردی کی ٹوکری کو لبالب دیکھتے پھر میرے چہرے کی طرف دیکھتے اور کہتے "ماشاء اللہ صحت یابی کی رفتار خاصی تیز ہے۔"

(صدیق سالک کی کتاب "سلیوٹ" سے اقتباس)

اشرف امان اور شاہ گوری

1977 میں شاہ گوری (کے ٹو) پر پہلے پاکستانی نے قدم رکھا۔ اشرف امان ایک بہت باتیں کرنے والا بہت خواب دیکھنے والا۔ سادھو قسم کا

شخص ہے۔ اس کے ہمراہ آپ بڑے اطمینان سے کسی برفانی دراز میں گر سکتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے آپ کو بھول کر آپ کے لئے فکر مند ہوگا اور پہلے آپ کو نکالے گا۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ دراز میں گر کر آپ کے ساتھ پہاڑوں، تبت کے بھکشوؤں اور مشہور کوہ پیماؤں کے بارے میں باتیں نہ شروع کر دے آپ منجمد ہو جائیں گے اور وہ گفتگو جاری رکھے گا۔ (مستنصر حسین تارڑ کی "کے ٹو کہانی" سے)

غزل

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں یہ وحشتیں کیسی
نہ شب کو چاند ہی اچھا نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی
وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی
عذاب جن کا تبسم ثواب جن کی نگاہ
کھنچی ہوئی ہیں پس جاں یہ صورتیں کیسی

(جناب عبید اللہ علیم)

مغالطہ

جاہلوں کا ذکر نہیں، بڑے بڑوں کو ہم نے اس خوش فہمی میں مبتلا دیکھا کہ زیادہ نہ کم پورے بائیس کھلاڑی کرکٹ کھیلتے ہیں۔ ہم قواعد و ضوابط سے واقف نہیں لیکن جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی قسم کھا کر غرض کرتے ہیں کہ درحقیقت کرکٹ صرف ایک ہی شخص کھیلتا ہے مگر اس کھیل میں یہ وصف ہے۔ بقیہ اکیس حضرات سارے کے سارے دن اس مغالطے میں مگن رہتے ہیں کہ وہ بھی کھیل رہے ہیں۔ حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ یہ حضرات شام تک سارس کی طرح کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں اور گھر پہنچ کر اس تکان کو تندرستی سمجھ کر پڑ رہتے ہیں۔ (مشتاق احمد یوسفی کی "چراغ تلے" سے)

سادگی و پُرکاری

اسکول کا اصلی ہوا ماسٹر منگل سنگھ ہی تھے۔ اردو پڑھانے میں انہیں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ اردو کا سبق ٹھیٹھ پنجابی میں دیا کرتے تھے۔ اور اشعار کی تشریح کرنے میں ان کا اپنا ہی نرالا انداز تھا۔ ایک بار غالب کا یہ شعر۔

سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

اس شعر کو انہوں نے ہمیں یوں سمجھایا۔

حسن نوں تغافل وچ کیا پایا؟ بے خودی تے اسدے نال ہشیاری

حسن نوں تغافل وچ کیا پایا؟ شاعر کہندا اے اس نے حسن نوں تغافل دے وچ جرأت آزما پایا۔ لو اینی جئی گل سی۔ غالب شعر بناندا مر گیا۔ میں شعر سمجھاندے سمجھاندے مر جاناں اے۔ تہاڈے کوڑھ مغزدے پلے کچھ نئیں پیناں اگے چلو"

(سادگی اور اس کے ساتھ پرکاری، بے خودی اور اس کے ساتھ ساتھ ہشیاری۔ حسن کو تغافل میں کیا پایا؟

شاعر نے حسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا۔ لو اتنی سی بات تھی۔ غالب شعر بناتا مر گیا، میں شعر سمجھاتے سمجھاتے مر جاؤں گا۔ لیکن تم کوڑھ مغزوں کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔ آگے چلو۔

(قدرت اللہ شہاب کی "شہاب نامہ" سے اقتباس)

سردی میں پسینہ

بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ رات کے دو بجے چھڑی گھماتے تھیٹر سے واپس آرہے ہیں اور ناٹک کے کسی نہ کسی گیت کی طرز ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چوں کہ گیت کے الفاظ یاد نہیں اور نومشقی کا عالم بھی ہے اس لئے سیٹی پر اکتفا کیا ہے کہ بے سرے بھی ہو گئے تو کوئی یہی سمجھے گا انگریزی موسیقی ہے۔ اتنے

میں ایک موڑ سے جو مڑے تو سامنے بکری بندھی تھی۔ ذرا تصور سے ملاحظہ ہو، آنکھوں نے اسے بھی کتا دیکھا اور ایک تو کتا اور پھر بکری کی جسامت کا گویا بہت ہی کتا بس ہاتھ پاؤں پھول گئے، چھڑی کی گردش دھیمی ہوتے ہوتے ایک نہایت ہی نامعقول زاویئے پر ہوا میں کہیں ٹھہر گئی، سیٹی کی موسیقی بھی تھرتھرا کر خاموش ہو گئی لیکن کیا مجال جو ہماری تھوتھنی جیسی شکل میں ذرا بھی فرق آیا ہو گویا اک بے آواز لے ابھی تک نکل رہی ہے طب کا مسئلہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اگر سردی میں پسینہ آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعد میں سوکھ جاتا ہے۔

یہی وہ خلاف فطرت شاعری ہے جو ایشیائی لوگوں کے لئے باعث ننگ ہے۔ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ "بھونکتے کتے کاٹتے نہیں" یہ بجا سہی لیکن کون جانتا ہے کہ ایک بھونکتا ہوا کتا کب بھونکنا بند کر دے اور کاٹنا شروع کر دے۔

(احمد شاہ پطرس بخاری کے مضمون "کتے" سے انتخاب)

بدلتے موسم

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ کراچی میں موسم ہر لحظہ روئی کے بھاؤ بدلتا ہے۔ ہم نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ ایک ہی عمارت کے کرایہ دار ایک ہی منزل سے دوسری منزل پر تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے جاتے ہیں۔ یہاں آپ دسمبر میں ململ کا کرتا یا جون میں گرم پتلون پہن کر نکل جائیں تو کسی کو ترس نہیں آئے گا۔ اہل کراچی "واللہ اعلم بالصواب" قسم کے موسم کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ اگر یہ دو تین گھنٹے تبدیل نہ ہو تو وحشت ہونے لگتی ہے اور بڑی بوڑھیاں اس کو قرب قیامت کی نشانی سمجھتی ہیں۔

ہوتا یہ ہے کہ اچھے خاصے لحاف اوڑھ کر سوئے اور صبح پنکھا جھلتے ہوئے نکلے۔ دوپہر تک لو لگنے کے سبب بالا ہی بالا ہسپتال میں داخل کرا دیئے گئے۔ بعض اوقات تو کہرا اتنا گہرا ہوتا ہے کہ نوادروں کو کراچی کا اصل موسم نظر ہی نہیں آتا۔

(مشتاق احمد یوسفی کی "چراغ تلے" سے)

"...... سحر ہونے تک"

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل
گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(دیوان غالب سے انتخاب)

Mathematical ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ ہالینڈ

(مرسلہ: نظارت تعلیم۔ صدر انجمن احمدیہ)

1994ء میں ہالینڈ کی چار یونیورسٹیوں نے مل کر بین الاقوامی شہرت کا ادارہ Mathematical ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا۔ یہ ادارہ جس کو ریاضی کی دنیا میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے مندرجہ ذیل میں تخصص کرواتا ہے۔

1- Algebra & Geomatry

2- Analysis

3- Stochastics

4- Operations Research

اس ادارہ نے محققوں کی پیشہ وارانہ تعلیم اور عملی ٹریننگ میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ اس ادارہ کا ایک سال کا دورانیہ پروگرام ماسٹر کلاس کہلاتا ہے اور اس میں وہ طلبہ داخلہ لینے کے اہل ہیں جنہوں نے 4 سالہ گریجویشن یا دو سالہ گریجویشن کے بعد دو سالہ ماسٹرز مکمل کی ہو۔ اس پروگرام کی زبان انگریزی ہے اور تمام تعلیمی مواد انگریزی ہی میں مہیا کیا جاتا ہے۔ یہ ماسٹرز پروگرام تسلی بخش کارکردگی ہونے کی صورت میں Ph. D پروگرام کی طرف بھی راہنمائی کرتا ہے۔ ماسٹر کلاس پروگرام ستمبر سے جون تک جاری رہتا ہے اور کورس ورک کے علاوہ تحقیق کا کام بھی وسیع پیمانے پر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام کامیابی سے ختم کرنے پر ماسٹر کلاس سرٹیفیکیٹ دیا جاتا ہے۔

داخلہ ٹیوشن فیس پروگرام کی NLG 5000 ہے اور رہائش وغیرہ کے لئے NLG 1400 ماہوار درکار ہوتے ہیں۔ مالی معاونت کیلئے بین الاقوامی ایجنسیوں سے رابطہ کیا جاسکتا ہے نیز ادارہ بھی سکالرشپ آفر کرتا ہے۔

اس پروگرام میں حصہ لینے والے دیگر مضامین کے علاوہ موجودہ دور کی فنانشنل مارکیٹ کے تقاضوں کے مطابق Mathematical Finance کے بارے میں تفصیلاً تعلیم حاصل کریں گے۔

جن طلبہء کا سابقہ تعلیمی ریکارڈ میتھ، فزکس، شماریات میں غیر معمولی ہوگا اور انگریزی کا امتحان TOEFL یا IELTS کلیر کیا ہوگا وہ درخواست دینے کے اہل ہونگے۔

مکمل معلومات کیلئے اس پر لکھ کر منگوائی جاسکتی ہیں۔

Mathematical Research Institute

University Of Nijmegen

6500 GL Nijmegen

The Netherland

Web:- www.math.kun/nl/mri/

E-mail:- mri@sci.kun.nl

(نظارت تعلیم)

پاک بحریہ کو درپیش چیلنج اور نئی آبدوزوں کی شمولیت

(مرسلہ: اقبال احمد زبیر)

پاکستان کو اپنے دفاع کے سلسلے میں جہاں اپنے روائتی دشمن بھارت سے بری اور فضائی میدان میں عدم توازن کا سامنا ہے وہاں اس کی بحریہ کو بھی ایک بہت بڑا چیلنج درپیش ہے۔

بھارت کی خواہش صرف جنوبی ایشیاء کے خطے کے ممالک پر اپنی برتری اور رعب قائم کرنا نہیں ہے بلکہ وہ بحر ہند کے پورے علاقے پر اپنا رسوخ اور اجارہ داری قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ان عزائم کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بھارت ایشیاء کا واحد ملک ہے جو Blue Water Navi رکھتا ہے۔(Blue Water Navi ایک اصطلاح ہے جس کی معنی ایسی نیوی کے ہیں جو نہ صرف اپنی علاقائی حدود میں میں کاروائی کر سکے بلکہ دور بین الاقوامی سمندروں میں بھی مار کر سکے)

بھارتی بحریہ کے اسلحہ خانے میں اس وقت طیارہ بردار جہاز (Air Craft Carrier)'ایٹمی آبدوزیں'عمودی پرواز کرنے والی ہیر ئیر طیارے' تباہ کن جنگی بحری جہاز اور دوسرا جدید سازوسامان موجود ہے۔ بھارت اپنے دفاعی بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ بحریہ پر خرچ کر رہا ہے۔ بلکہ بھارتی افواج کے دوسرے حصوں کو اس پر اعتراض بھی ہے۔

ان حالات میں جبکہ بھارت کی پاکستان سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ پاکستان کو اپنی بحری حدود تحفظ کرنا شروع سے ایک مسئلہ رہا ہے۔ بھارت پاکستان کو بحری ناکہ بندی کی کئی بار دھمکی دے چکا ہے۔ خصوصاً حالیہ گارگل کے تصادم کے دوران بھارتی بحریہ کے چیف نے کئی دفعہ اس دھمکی کو استعمال کیا۔

پاکستان جس کی 80 فیصد تجارت سمندری راستے سے ہوتی ہے اور جس کا درآمدات پر انحصار بہت زیادہ ہے کم عرصہ کے لئے بھی سمندری ناکہ بندی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف پاکستان کے وسائل بھی بھارت کے مقابلے میں بہت قلیل ہیں۔ ان حالات میں پاکستان کی شروع سے کوشش رہی ہے کہ اس کی بحریہ ایک چھوٹی مگر موثر اور جدید ہتھیاروں سے لیس ہو۔ جو ہر قسم کے خطرے کا مقابلہ کر سکے۔ 1980ء اور 1990ء کی دھائی میں پاکستان نے اپنی بحریہ میں بہت سے نئے ہتھیار شامل کئے ہیں۔ جن میں "ایگزاسٹ اینٹی شپ میزائل" "اٹلانٹک طیارے" "ہارپون میزائل" "سی کینگ ہیلی کوپٹر" اور مشہور زمانہ "پی سی تھری اورین آبدوز شکن" طیارے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ نئی آبدوزیں اور بحری جہاز شامل کئے گئے ہیں۔ اس طرح پاکستان بھارت سے درپیش خطرے کا مقابلہ کرنے کی کافی اہلیت حاصل کر چکا ہے۔

اب حال ہی میں پاکستان نے فرانس سے نئی آبدوز "آگوسٹا 90" حاصل کی ہے جو پاک بحریہ کی مزید مضبوطی کا باعث ہوگی۔

1990ء میں لگائی گئیں امریکی پابندیوں کے بعد پاکستان نے دفاعی سامان کی خریداری میں دوسرے ممالک خاص طور پر فرانس اور چین پر زیادہ انحصار کرنا شروع کر دیا ہے۔ ماضی کے تلخ تجربوں کے بعد زیادہ سے زیادہ دفاعی خود انحصاری حاصل کرنا بھی پاکستان کی ایک اہم ترجیح ہے۔ 1994ء میں پاکستان نے فرانس سے 950 ملین ڈالرز کے عوض 3 عدد جدید ترین آگوسٹا 90 آبدوزوں کا معاہدہ کیا۔ پاک بحریہ نے مقامی طور پر ان آبدوزوں کی تیاری اور اس کی مکمل ٹیکنالوجی حاصل کی ہے۔

ان میں سے پہلی آبدوز "پی این ایس خالد" ہے۔ پاکستان کے انجینئروں نے اس آبدوز کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ دوسری اور

تیسری آبدوز کراچی کے شپ یارڈ میں تیار کی جارہی ہے۔ دوسری سن 2002ء اور تیسری آبدوز 2003ء تک پاک بحریہ کے حوالے کر دی جائے گی۔ پاکستان عالم اسلام کا واحد ملک ہے جو انتہائی جدید ترین آبدوزیں بنا سکتا ہے۔ ان آبدوزوں کے کچھ خصوصیات مختصر طور پر تحریر ہیں :۔

ان کے لئے انتہائی جدید ترین سب میرین ٹیکنیکل انٹی گریٹڈ کامبیٹ سسٹم "SUBTICS" مہیا کیا گیا ہے۔ آگوسٹا 90 بی آبدوز 20 ناٹ کی رفتار سے زیرِ آب سفر کر سکتی ہے اور یہ 300 میٹر سے زیادہ گہرائی تک غوطہ لگا سکتی ہے۔ اس کی گہرائی تک جانے کی صلاحیت کو بہتر بنانے کے لئے نے قسم کا "ایچ ایل ای ایس 180" اسٹیل استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا عملہ 30 افراد پر مشتمل ہے۔ آگوسٹا 90 بی کا جدید ترین سبمکس نظام اپنی مثال آپ ہے۔ یہ اس آبدوز کو اعلیٰ معیار کی آپریشنل جنگی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ یہ نظام آبدوز سے متعلق عام امور بشمول سونار، ریڈار، دیگر آلات، حملہ اور اور بچاؤ ہتھیاروں سے متعلق تمام امور کو انجام دیتا ہے۔ آگوسٹا 90 بی دیگر روایتی آبدوزوں کے مقابلے میں طویل فاصلے پر موجود سطح و زیرِ آب دشمن کو ٹریس کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے لئے آبدوز کی دائیں بائیں دیواروں میں لمبائی میں لگے فلینگ ایرے ریڈار اور ٹوڈ ایرے جو کہ آبدوز کے پچھلے حصے میں انجنوں کے پنکھوں کے دائیں بائیں طرف سے نصب کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک لمبی سی ٹیوب کی صورت میں ہوتے ہیں اور انہیں تار کے ذریعے آبدوز کے پیچھے دور تک چھوڑ دیا جاتا ہے اور آبدوز انہیں کھینچتی ہوئی لے جاتی ہے۔ یہ دونوں نظام دور واقع بحری جہاز کو دیکھ سکتے ہیں۔ آب دوز سطح آب پر موجود بحری جہازوں کو ایگزاسٹ میزائل داغ کر ختم کرتی ہے اور دشمن آبدوز کو 20 کلو میٹر مار کرنے والے جدید ایف 17 موڈ ٹو ہیوی ویٹ تارپیڈو سے تباہ کر دیتی ہے۔ یاد رہے کہ پورے ایشیاء میں بشمول بھارت کسی بھی ملک کی بحریہ کی ڈیزل الیکٹرک کی آبدوزیں اتنی دور تک دیکھنے اور اہداف کے خلاف کاروائی کرنے کی اہل نہیں ہیں اور اس طرح کا نظام دنیا میں صرف آسٹریلیا، سویڈن، چلی، فرانس اور پاکستان کے پاس ہے۔ آگوسٹا آبدوزیں طویل عرصے تک زیرِ آب رہنے کے لئے ایک جدید نظام میں کیمیکل ایئر انڈی پینڈنٹ پروپلشن (AIP) نصب ہے، اس اضافی خصوصیات کی تنصیب کے لئے آگوسٹا آبدوز کی لمبائی میں دس میٹر کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ایئر انڈیپینڈنٹ پروپلشن (AIP) خود کار طریقے سے آکسیجن تیار کرتا ہے اور آبدوز کو سطح آب پر آنا نہیں پڑتا اور وہ مقررہ مدت سے تین ہفتے زیادہ تک زیرِ آب رہ سکتی ہے۔ اے آئی پی ڈیزائن اور انجینئرنگ کا ایک شاہکار ہے۔ آگوسٹا 90 بی زیرِ آب چھپی بارودی سرنگوں کا بھی بے حد موثر طریقے سے پتہ لگا سکتی ہے اور دشمن کی بارودی سرنگوں سے بچتے ہوئے اپنا مشن پورا کر سکتی ہے۔ سطح آب پر ہوتے ہوئے آگوسٹا 90 بی دشمن کے فضائی حملوں سے بچنے کے لئے اینٹینا میں نصب ریڈار کی مدد سے دور تک نظر رکھ سکتی ہے اور خطرے کی بو سونگھتے ہی زیرِ آب غوطہ لگا لیتی ہے۔ اس میں انتہائی طاقتور کمیونیکیشن نظام نصب ہے جبکہ زیرِ آب رہ کر بھی موثر ٹیلی کمیونیکیشن و دیگر خفیہ نظاموں کی مدد سے اپنے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ رکھ سکتی ہے۔ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے ڈیکوئے اور دیگر نظام کی مدد سے راہ فرار اختیار حاصل کر سکتی ہے۔ آگوسٹا 90 بی کا سب سے موثر ہتھیار طویل فاصلے تک مار کرنے والا بحری جہاز شکن ایئروا سپاشیل ایس ایم 39 ایگزاسٹ (فلائنگ فش) میزائل ہے۔ آگوسٹا 90 بی میں 14 عدد تارپیڈو کے علاوہ چند میزائل اسٹور کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ آگوسٹا 90 بی کا سب سے موثر آبدوز شکن ہتھیار ایف 17 موڈ ٹو بی تارپیڈو ہے۔ یہ ایک ملٹی رول ہیوی ویٹ ہے۔ یہ وائر گائیڈڈ اور خود کار گائیڈنس نظام سے لیس ہے۔ "خالد" کے بعد آئندہ صدی میں مزید آگوسٹا پاک بحریہ میں شامل ہو کر دفاعِ وطن کو مزید مستحکم کر دیں گی۔

(استفادہ از ماہنامہ "سائنس ڈائجسٹ" کراچی)

ماری کیوری

MARI CURIE

(عمران بدر ہاشمی صاحب)

نازک ناک نقشے، روشن آنکھوں اور ہلکے بھورے رنگ کے گھنگریالے بالوں والی ایک دبلی پتلی نوجوان خاتون اضطراب کے عالم میں ریل کے درجہ چہارم کے ڈبے میں سفر کر رہی ہے۔ (War-saw) سے پیرس تک کا یہ سفر کرنے کے لئے ماریا سکلوڈوسکا نے پانچ سال سے زیادہ عرصہ انتظار کیا تھا۔ وہ اپنی قسمت کی تلاش میں نکلی تھی اور اب دنیا کی کوئی طاقت اس کی حوصلہ شکنی نہیں کر سکتی تھی۔ ماریا سکلوڈوسکا جو بعد میں ماری کیوری کہلائی پولینڈ کے شہر وارسا میں پیدا ہوئی۔ وہ پانچ بہن بھائی تھے۔ ان کا والد ایک ہائی اسکول میں فزکس پڑھاتا تھا۔ جبکہ ان کی والدہ ایک پرائیویٹ سکول چلاتی تھی اور وہ ایک تعلیم یافتہ عورت بھی تھی۔ اس وقت وارسا روسی بادشاہت کے ماتحت تھا۔ بچپن میں ماریا اپنی عمر کے بچوں سے بہت ہوشیار تھی۔ پانچ برس سے بھی کم عمر میں اس کو پڑھنا آگیا تھا۔ ماریا نے جب ہائی سکول پاس کیا تو اپنی بہن برونیا اور بھائی جوزیو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس نے بھی سونے کا اعزازی تمغہ حاصل کیا اس وقت ماریا کی عمر پورے سولہ سال بھی نہیں تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد ماریا کے باپ نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کرنا پسند کرے گی۔ اس کو جواب دینے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ میں پیرس جا کر طب پڑھنا چاہوں گی۔ مسٹر ڈوسکا نے اداسی سے سر ہلا کر کہا "پیاری ماریا مجھ کو بھی تمہارے لئے سب سے زیادہ یہی پسند ہے۔ لیکن تمہاری بڑی بہن برونیا نے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا ہے ہم کیا کریں۔ ہم تو تم دونوں میں سے ایک کو بھی بھیجنے کے اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

ماریا کے دلکش چہرے سے استقلال اور اس کی سنہری آنکھوں سے عزم جھلکنے لگا "ٹھیک ہے پہلے برونیا چلی جائے۔ میں یہاں رہ کر ملازمت کروں گی تاکہ اس کی تعلیم کے اخراجات پورے ہو سکیں۔ جب وہ ڈاکٹر بن جائے گی تو وہ میری مدد کر سکتی ہے۔" برونیا پیرس جا کر یونیورسٹی میں داخل ہوگئی، جبکہ ماریا کو وہاں جانے میں پانچ سال سے زیادہ عرصہ انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار 1891ء میں اپنی بہن کی دعوت پر اس نے پیرس کا سفر اختیار کیا۔ اور (Sorbonne) میں سند کے حصول کیلئے داخلہ لے لیا۔ ماریا کو کسی بھی صورت میں اپنی بڑی بہن برونیا پر بوجھ بننا گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے پیرس کے "لیٹن کوارٹر" (Latinquarter) میں کھپریلی چھت کی ایک چھوٹی سی جگہ کرائے پر لے لی۔ کالج کی چار سالہ زندگی میں غربت اور بھوک اس کے مستقل رفیق رہے۔ ایک مرتبہ ایک دوست نے اس کی شادی شدہ بہن برونیا کو اطلاع دی کہ ماریا بھوک کے مارے بیہوش ہوگئی تھی۔ برونیا کو ماریا سے بہت محبت تھی لیکن اس کی خوشامدوں کے باوجود ماریا نے نقل مکانی سے انکار کر دیا۔

1893ء میں ماری نے طب کی بجائے فزکس میں اپنی تعلیم مکمل کی اور امتحان میں اوّل رہی اور 1894ء میں وہ ایم۔ اے ریاضی کے امتحان میں دوم رہی۔

ایک دن وہ اپنے پولستانی دوست سائنسدان (Kovalski)

سے ملنے گئی۔ وہاں اس کی ملاقات ایک باصلاحیت ماہر طبیعات نوجوان پیٹر کیوری سے ہوئی۔ جس نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر فشاری برق دریافت کی تھی۔ اس قسم کی بجلی خاص قسم کی قلموں پر دباؤ ڈالنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نے برق کی بہت کم مقدار کی پیمائش کیلئے ایک آلہ بھی ایجاد کیا تھا۔ 1895ء میں اس نے ماری سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس طرح انہوں نے ایک خوشگوار ازدواجی زندگی باکمال کنبے اور ایک عظیم سائنسی جوڑی کی بنیاد رکھی۔ 1897ء میں ان کی مستقبل میں نوبیل پرائز حاصل کرنے والی بچی آئرین (Irene) پیدا ہوئی۔ 1895ء میں رانجن نے ایکس ریز دریافت کرلی تھیں اور 1896ء میں ہنری بیکرل نے دریافت کیا تھا کہ ان تمام معدنیات میں سے بھی جن میں یورینیم پایا جاتا ہے۔ تقریباً اسی قسم کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ ان شعاعوں کو گیما ریز کا نام دیا گیا۔ سائنسدان اس میں دلچسپی لے رہے تھے کہ "کیا یورینیم والے معدنیات میں روشنی کو جذب کرنے کے بعد خارج کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے؟ اور یہ کہ یہ شعاعیں ان معدنیات سے کس وجہ سے خارج ہوتی ہیں۔؟

ماریہ نے یہ فیصلہ کیا کہ پیٹر کی مدد سے وہ اس موضوع پر کام کرے گی اور یہ اس کی ڈاکٹریٹ کی تھیسس (مقالہ) کی بنیاد ہوگی۔ ماری کیوری نے پیٹر کیوری کے ایجاد کردہ برق کی پیمائش کے آلات کی مدد سے یہ پتہ چلا کہ بغیر کسی اور عنصر پر انحصار یا تفاعل (Interac-tion) کے خود یورینیم سے تابکاری خارج ہوتی ہے۔ اس نے یورینیم کی اس جوہری خصوصیت کو تابکاری (Radioactivity) کا نام دیا۔ اب ماریا اگلا قدم اٹھانے کو تیار تھی۔ اب اسے یہ دیکھنا تھا کہ کیا کوئی اور عنصر بھی یہ خصوصیت رکھتا ہے؟ پیٹر کو میونسپل سکول آف فزکس نے ان کو ایک خستہ حال ورکشاپ بطور تجربہ گاہ استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ اس چھوٹے سے ٹھنڈے کھنڈر میں جس کی چھت ٹپک رہی تھی اور جس میں مناسب سہولتیں تک میسر نہیں تھیں۔

پیٹر اور ماری نے سائنس میں ابھی "نامعلوم" کی تلاش شروع کردی تھی۔ ماری نے تمام دریافت شدہ عناصر آزما ڈالے اور اس نتیجے پر پہنچی کہ یورینیم کے علاوہ (Thorium) بھی معمولی سا تابکار ہے۔ تب اس نے انتہائی مشقت سے ہر قابل حصول دھات کا معائنہ کیا لیکن تابکاری کا نام و نشان نہیں ملا یہاں تک کہ (Pitchblende) کی باری آگئی۔ اس دلدل کے کوئلے سے مشابہ سیاہ معدن سے ایک عجیب قسم کی روشنی نکلتی تھی اور یورینیم کی طرح اس میں سے بھی پراسرار، آرپار ہو جانے والی شعاعیں خارج ہوتی تھیں۔ جبکہ یورینیم سے نکلی ہوئی شعاعیں موٹے سیاہ کاغذ میں سے گزر کر فوٹوگرافی کی پلیٹوں تک پہنچ سکتی ہیں۔ لیکن یہ معدن یورینیم سے بھی زیادہ تابکار تھا۔ ماری کیلئے یہ حقیقت صرف ایک معنی رکھتی تھی۔ اس نے ایک نیا عنصر دریافت کرلیا تھا۔ لیکن اس نے ابھی صرف دریافت کی چوکھٹ پر قدم رکھا تھا۔ دہلیز پار کرنے کیلئے اس کو اس نئے عنصر کو علیحدہ کرکے اس کو خالص شکل میں لانا تھا۔ ان کی ٹوٹی پھوٹی ورکشاپ میں ٹنوں پچ بلینڈ ڈھو کر لائی گئی۔ جواب بیکار پڑی تھی۔ کڑھاؤ چڑھا دیئے گئے اور اس کے بعد ماری نے جو مشقت شروع کی وہ کسی کی بھی کمر شکستہ کرنے کیلئے کافی تھی۔ پچ بلینڈ کے اجزائے ترکیبی علیحدہ کرنے کیلئے اس کو معلوم نہیں کتنی پچ بلینڈ ان کڑھاؤں میں انڈیلنا اور بیلچوں سے چلانا پڑتی تھی۔ ابتداء میں ماریہ کو معلوم نہیں تھا کہ اس نے کتنے سخت کام میں ہاتھ ڈالا کیونکہ ریڈیم پچ بلینڈ کا دس لاکھواں حصہ تھا۔ چار سال تک، پیٹر کی مدد سے ماریہ ریڈیم کی راز کشائی کیلئے فطرت سے جنگ کرتی رہی۔ چار سال اس نے سخت جسمانی مشقت میں۔ بدبودار گیسوں اور اندھا کردینے والے بدبودار دھوئیں کے درمیان گزارے۔ "آخر کار فطرت نے ہتھیار ڈال دیا"۔ اور اپنا راز افشا کردی۔ ماری نے دو نئے تابکار عناصر دریافت کرکے علیحدہ کرلئے تھے۔ (Polonium) جس کا نام اس نے اپنے وطن پولینڈ کے نام پر رکھا تھا اور ریڈیم (Radium) جس کی تابکاری یورینیم کی تابکاری

سے 5لاکھ فیصد تھی۔ اس کارنامے پر1903ء میں ماری اور پیٹر کیوری کے ساتھ ہنری بیکرل کو بھی جس نے اس سے پہلے یورینیم پر کام کیا تھامشترکہ طور پر طبیعات کا نوبیل پرائز دیا گیا۔ لیکن بد قسمتی سے دونوں کیوری میاں بیوی اتنے بیمار تھے کہ اپنا اعزاز وصول کرنے کیلئے سٹاک ہوم نہیں جاسکے۔ دونوں کے نام کا ڈنکا بجنے لگا اور اعزازات کے ڈھیر لگ گئے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے مالی حالات وہی رہے۔ کیونکہ ابھی تک ان کے پاس تحقیقات کیلئے کوئی ڈھنگ کی تجربہ گاہ تک نہیں تھی۔ کیوریوں نے تابکاری کی ایک نئی سائنس ایجاد کی تھی اور پھر انہوں نے ریڈیم نکالنے کا نسخہ دنیا کو تحفے میں دے دیا۔ ریڈیم ڈیڑھ لاکھ ڈالرفی گرام کے حساب سے ملتا تھا۔ لیکن ماری نے ریڈیم پر اجارہ داری سے پیسے کمانے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "ریڈیم مہربانی اور کرم کا ہتھیار ہے اور یہ دنیا کی ملکیت ہے۔" ماری کیوری نے ریڈیم دریافت تو کر لیا تھا لیکن وہ تابکاری کی ماہیت سے صحیح معنوں میں واقف نہیں تھی۔ 1902ء میں انگلستان میں ردرفورڈ نے انکشاف کیا کہ تابکاری دراصل ایٹموں کے بلا تحریک طبعی انتشار کی وجہ سے عمل میں آتی ہے۔ 1911ء میں اس نے ایٹم کے نیوکلیئر (Nuclear) نظریے کی تشریح کی۔

19اپریل1906ء کو کیوری خاندان کو ایک المیہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک میٹنگ سے واپسی پر پیٹر جو اپنے کسی خیال میں گم تھا ایک بڑی سی گھوڑا گاڑی کے سامنے آگیا۔ وہ گر کر اسی وقت مر گیا۔ ماری کیوری کیلئے یہ دھچکا برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔ پیٹر اور ماری وہ صرف میاں بیوی ہی نہیں تھے۔ انہوں نے نہ صرف مل کر افلاس اور ناکامیوں کا مقابلہ کیا تھا بلکہ سائنسی حقائق کی تلاش میں بھی ایک دوسرے کے شریک تھے۔ ماری کئی سالوں کیلئے گوشہ نشین ہو گئی۔ جب اس کو سوربون میں لیکچر شپ دے دی گئی تو وہ پہلی خاتون تھی جس کو فرانس میں اعلیٰ تعلیم کی تدریس کا کام دیا گیا۔ 1911ء میں وہ پہلی انسان تھی جس کو کیمسٹری میں بھی نوبیل پرائز دیا گیا۔ یہ نوبیل پرائز خالص ریڈیم کو الگ کرنے اور اس کے ایٹمی وزن کا یقین کرنے پر دیا گیا۔ 1912ء میں فرانسیسی حکومت نے "کیوری انسٹیٹیوٹ آف ریڈیم" کے نام سے ایک تحقیقاتی مرکز قائم کیا اور ماریہ کو اس کا صدر مقرر کیا۔ 1921ء مین صدر ہارڈنگ (Harding) نے امریکن عورتوں کی طرف سے ماری کو ایک گرام ریڈیم تحفے میں دیا جو اس نے کیوری انسٹیٹیوٹ کی نمائندگی کرتے ہوئے قبول کیا۔ 1929ء میں اس کو ایک مرتبہ پھر ایک گرام ریڈیم کا تحفہ ملا جو اس نے اس وقت (Warsaw) میں نو قائم شدہ (Curie Institute) کو دے دیا۔ 1934ء میں ماری کیوری خون کے خلیوں کی ایک ایسی بیماری کا شکار ہو گئی جو زائد از ضرورت تابکاری میں رہنے سے ہو جاتی ہے اور جو لاعلاج تھی۔ اور اسی بیماری میں مبتلا رہنے کے بعد ماری کیوری نے 1934ء میں وفات پائی۔

البرٹ آئن سٹائن نے جو ماری کیوری سے ذاتی طور پر واقف تھا۔ اس کو بالکل صحیح خراج تحسین پیش کرتا ہے کہ :۔

> "ماری کیوری کی قوت' اس کی قوت ارادی' اس کی اپنے معاملے میں درویشی اس کی غیر جانبداری' اس کی لازوال منصف مزاجی...... یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جو شاذونادر ہی کسی ایک فرد میں اکٹھی ہوتی ہیں۔ اس کا عجزوانکسار حد سے بڑھا ہوا تھا۔"

آئن سٹائن کا ایک ایک لفظ جسکا انتخاب اس نے یقیناً بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ ماری کیوری کے کردار اور کام کے کسی اہم پہلو کی عکاسی کرتا ہے۔

☆☆☆

کتاب کا نام :۔ دنیا کے عظیم سائنسدان صفحہ 486 تا492
مرتبہ :۔ رقیہ جعفری + سرفراز احمد
طبع اول :۔ 1992
ناشر :۔ اردو سائنس بورڈ299اپر مال۔ لاہور

مکرم مہتمم صاحب مقامی ربوہ کی طرف سے اجتماعی وقار عمل منعقدہ 21 دسمبر 1999ء کی رپورٹ موصول ہوئی۔

نمبر شمار	نام محلہ جات	تعداد خدام	تعداد اطفال	تعداد انصار	وقت	جو کام کیا گیا
1	دارالیمن شرقی	70	-	-	3:30	جھاڑیاں کاٹی گئیں
2	دارالیمن وسطی سلام	40	-	-	2.30	گلیوں کی صفائی کی گئی
3	دارالیمن وسطی حمد	60	20	-	3.00	گلیوں کی صفائی اور جھاڑیاں کاٹی گئیں
4	دارالیمن غربی	40	10	-	2.30	گلیوں کی صفائی کی گئی
5	باب الابواب	40	18	-	3.00	محلہ کی صفائی اور بیوت الذکر کی صفائی کی گئی
6	دارالنصر شرقی	75	55	-	3.00	سڑکوں کی صفائی اور گندگی اٹھائی گئی
7	دارالنصر وسطی	45	29	-	3.00	محلہ میں جھاڑیوں کی کٹائی کی گئی
8	دارالنصر غربی اقبال	35	35	-	2.30	گلیوں کی صفائی کی گئی
9	دارالنصر غربی منعم	35	32	-	3.20	جھاڑیاں کاٹی گئیں اور گلیوں کی صفائی کی گئی
10	بشیر آباد	35	40	16	2.30	محلہ کی گلیوں کی صفائی کی گئی
11	دارالشکر	30	20	-	2.00	گندگی اٹھائی گئی
12	دارالعلوم شرقی نور	90	50	4	3.00	گندگی کے ڈھیر اٹھائے گئے
13	دارالعلوم شرقی برکت	80	45	11	2.30	جنگلی کیکریاں کاٹی گئیں
14	دارالعلوم وسطی	70	40	-	3.00	جنگلی کیکروں کی کٹائی کی گئی
15	دارالعلوم جنوبی	95	90	30	3.00	محلہ کی صفائی اور جھاڑیاں کاٹی گئیں
16	دارالعلوم غربی ثناء	45	50	-	3.00	جھاڑیاں کاٹی گئیں
17	دارالعلوم غربی خلیل	57	32	-	3.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
18	دارالعلوم غربی صادق	58	20	-	2.30	گلیوں کی صفائی کی گئی

19	دارالرحمٰن	30	20	-	2.30	سڑکوں کی صفائی کی گئی
20	دارالبرکات	60	45	40	3.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
21	ناصر ہوسٹل	135	-	-	3.30	کالج روڈ کی مکمل صفائی کی گئی
22	عقب ہسپتال	40	6	-	3.00	جھاڑیاں کاٹی گئیں
23	دارالصدر شرقی	110	100	-	4.30	گلیوں کی صفائی کی گئی
24	حلقہ بیت المبارک	40	-	-	2.30	گلیوں کی صفائی، سڑک کی صفائی اور احاطہ خاص کی صفائی کی گئی
25	گول بازار مہدی	60	-	-	2.30	سڑکوں کی صفائی کی گئی
26	کوارٹر تحریک جدید	30	-	-	2.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
27	صدر جنوبی	40	-	-	2.00	سڑکوں کی صفائی کی گئی
28	وقف جدید ہوسٹل	-	-	-	-	ہوسٹل چھٹی پر ہے
29	گول بازار بلال	30	-	-	-	[illegible] کی صفائی کی گئی
30	دارالفضل شرقی	21	24	6	2.30	جنگلی کیکریاں کاٹی گئیں
31	دارالفضل غربی	50	20	-	2.30	جھاڑیاں کاٹی گئیں
32	دارالصدر شمالی الف	34	8	1	3.00	محلہ اور گلیوں کی صفائی کی گئی
33	دارالصدر شمالی ب	48	10	10	3.00	گلیوں کی صفائی کی گئی اور گندگی اٹھائی گئی
34	دارالصدر غربی قمر	30	10	-	2.30	سڑکوں اور گلیوں کی صفائی
35	دارالصدر غربی لطیف	25	1	-	2.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
36	دارالرحمت شرقی بشیر	35	10	-	2.30	سڑکوں کی صفائی اور جھاڑیاں کاٹی گئیں
37	دارالرحمت شرقی راجیکی	60	20	-	2.30	سڑکوں کی صفائی کی گئی
38	دارالرحمت وسطی	57	20	-	2.35	گلیوں کی صفائی کی گئی

39	طاہر ہوسٹل	58	1	-	3.00	گلی وغیرہ کی صفائی کی گئی
40	ناصر آباد شرقی حمد	49	18	3	3.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
41	ناصر آباد شرقی رضا	32	13	1	2.30	گلیوں کی صفائی کی گئی
42	نصرت آباد	25	20	10	3.30	گلی محلہ کی صفائی اور مین روڈ کی مرمت
43	دارالرحمت غربی	50	15	-	2.30	سڑکوں کی صفائی کی گئی
44	فیکٹری ایریا احمد	30	-	-	2.00	گلی محلہ کی صفائی کی گئی
45	فیکٹری ایریا سلام	33	3	-	3.00	محلہ کی صفائی کی گئی
46	ناصر آباد غربی	35	26	8	2.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
47	دارالفتوح شرقی	60	35	10	3.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
48	دارالفتوح غربی	25	6	-	3.00	گلیوں کی صفائی کی گئی
49	بیوت الحمد کوارٹرز	40	25	-	3.00	گھروں کے سامنے صفائی کی گئی
50	دارالاکرام ہوسٹل	14	-	-	3.00	مین روڈ پر صفائی کی گئی
51	نصیر آباد سلطان	100	50	-	3.00	سڑک کے اطراف کو صاف کیا گیا
52	نصیر آباد عزیز	45	10	-	3.00	سڑک کے اطراف کو صاف کیا گیا
53	نصیر آباد غالب	35	23	-	2.30	محلہ کی سڑکوں اور گلیوں کی صفائی کی
54	طاہر آباد الف	55	25	-	2.00	نالیوں کی صفائی اور گندگی اٹھائی گئی
55	طاہر آباد ب	39	27	12	3.00	جڑی بوٹیاں تلف کی گئیں
56	احمد نگر احمد	82	40	9	5.00	گلیوں وغیرہ کی صفائی کی گئی
57	احمد نگر نور	85	-	-	6.30	بیت الذکر کے ارد گرد میں صفائی کی گئی
	میزان	3211	1217	171	164.30	

ایسوسی ایشن آف احمدی کمپیوٹر پروفیشنلز

AACP کا چوتھا سالانہ کنونشن

مورخہ 27 فروری بروز اتوار AACP کا چوتھا سالانہ کنونشن انصار اللہ ہال ربوہ میں منعقد کیا گیا پروگرام کا آغاز صبح 8 بجے رجسٹریشن سے ہوا۔ رجسٹریشن کے ساتھ ہی تمام حاضرین کو کنونشن میں ہونے والے تمام پروگرامز کی شائع شدہ تفصیل (Proseedings of Convention) دے دی گئی۔ کنونشن میں کل 130 ممبران اور 20 مہمانان نے شرکت کی۔ ممبران میں لاہور سے 53، اسلام آباد سے 20، واہ سے 2 اور ربوہ سے 57 میزبان ممبران نے شرکت کی نیز اس کے علاوہ 20 مہمان خواتین بھی شامل ہوئیں۔

کنونشن کے پروگرام کا آغاز پہلے (Session) میں زیر صدارت مکرم و محترم سید طاہر احمد صاحب پیٹرن AACP ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد پروگرام کے آغاز میں مکرم مقبول احمد مبشر صاحب جنرل سیکرٹری AACP نے ایسوسی ایشن کے تعارف کے طور پر بانی پیٹرن مکرم مرزا غلام قادر شہید کی کاوشوں کا ذکر خیر کیا کہ ہمارے شہید بھائی نے ایسوسی ایشن کے ابتدائی دور میں سخت محنت اور خلوص سے نوآموز ایسوسی ایشن کی تعمیر اور ترقی کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں یاد رہے کہ یہ کنونشن مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت کے بعد پہلا کنونشن تھا اپنے شہید بھائی کی غیر موجودگی کو ممبران نے شدت سے محسوس کیا کیونکہ گزشتہ ہر کنونشن کے روح رواں اس کنونشن میں ہمارے ساتھ موجود نہ تھے تاہم کنونشن کے ابتداء میں شہید بھائی کے ذکر خیر نے تمام یادوں کو تازہ کر دیا۔

پہلے سیشن میں پہلا ٹیکنیکل مضمون مکرم ہمایوں حفیظ خان نے ISO 9000 & Software Quality کے موضوع پر پیش کیا مضمون کے اختتام پر اسی مضمون سے متعلقہ سوالات حاضرین کی طرف سے کئے گئے جن کے تسلی بخش جوابات دیے گئے۔ اس کے بعد مکرم سید طاہر احمد صاحب نے مختصر خطاب فرمایا جس میں خاص طور پر AACP کے Infra Structure کو مضبوط کرنے اور ایسوسی ایشن کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے پر خلوص لگن اور محنت سے کام کرنے کی نصیحت فرمائی اور اس سیشن کے اختتام پر مہمان خصوصی مکرم و محترم سید طاہر احمد صاحب نے دعا کروائی اور پھر حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔

دوسرا سیشن زیر صدارت مکرم و محترم سید عزیز احمد صاحب چیئرمین AACP شروع ہوا۔ اس سیشن میں مکرم مقبول احمد مبشر صاحب نے پہلا ٹیکنیکل مضمون Latest Technologies کے موضوع پر پیش کیا جس میں انفارمیشن ٹیکنالوجی میں جدید ایجادات کا تفصیلی تعارف کروایا گیا جو انسانی زندگی میں انقلابی تبدیلیوں کا باعث بن رہی ہیں Presentation کے اختتام پر اسی سے متعلقہ سوالات حاضرین نے کثرت سے کئے جن کے جوابات تفصیلاً دیئے گئے۔ دوسرے سیشن کے اختتام پر نماز ظہر اور عصر ادا کی گئی جس کے بعد تمام ممبران کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔

تیسرا سیشن جنرل پبلک سیشن کھانے کے معابعد شروع ہوا اس میں حاضرین کی طرف سے کمپیوٹر سے متعلقہ ہر قسم کے سوالات

کے جوابات دینے کے لئے ماہرین کا ایک پینل سید عزیز احمد صاحب، مکرم مسعود احمد ناصر صاحب اور مکرم عقیل احمد صاحب پر مشتمل تھا۔ حاضرین کی طرف سے کثرت سے سوالات کئے گئے جن کے جوابات ماہرین نے بہترین انداز میں دیئے۔

اختتامی تقریب کا آغاز مہمان خصوصی مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کی تشریف آوری پر تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد چیئرمین AACP سید عزیز احمد صاحب نے سالانہ کارگزاری رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے مختصر خطاب فرمایا اور پھر تقسیم انعامات کی تقریب ہوئی مختلف چیپٹر پر پریزیڈنٹس کو ان کی اعلیٰ کارکردگی پر انعامات بدست مہمان خصوصی دیئے گئے۔ آخر پر مہمان خصوصی نے اختتامی دعا کروائی جس کے بعد تمام حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ اور مہمان خصوصی مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے ساتھ مختلف گروپ فوٹوز ہوئیں۔

اس کنونشن کے انعقاد کے انتظامات کے سلسلہ میں تمام مقامی انتظامات کی ذمہ داری ربوہ چیپٹر نے ادا کی اور جملہ ممبران نے بہت محنت اور خلوص سے کام کیا اور اسی طرح ٹیکنیکل انتظامات کے سلسلہ میں ڈیٹا شو اور Techincal Presentation اور Pro-seeding کی اشاعت وغیرہ شامل ہیں لاہور چیپٹر کی ذمہ داری تھی جو احسن رنگ میں ادا کی گئی۔

میٹرک کا امتحان دینے والے طلباء کیلئے

ضروری اعلان

اس سال میٹرک کا امتحان دینے والے ایسے احمدی بچے جو وقفِ اولاد کے تحت وقف ہیں یا اب زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہیں وہ نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ داخلہ کے لئے ابھی سے اپنی درخواست مقامی جماعت کے امیر صاحب یا صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال کریں تاکہ داخلہ کے انٹرویو سے پہلے ضروری کاروائی مکمل کی جاسکے۔

قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلوماتِ عامہ کو بہتر بنائیں۔ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ کی اطلاع دیں۔

وکیل الدیوان
تحریک جدید صدر انجمن احمدیہ ربوہ

☆☆☆☆☆

اعلان ولادت

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مکرم رانا سلطان احمد صاحب ڈرائیور۔ ایوان محمود ربوہ کے بیٹے مکرم عطاء القدوس خان صاحب کو مورخہ 20دسمبر 1999ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ نے "ابتسام احمد" نام عطا فرمایا ہے۔ عزیز وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے۔

نومولود مکرم چوہدری محب الرحمان صاحب مرحوم سابق سیکرٹری مال وزعیم انصار اللہ چک نمبر 88ج ب تحصیل و ضلع فیصل آباد کا پڑپوتا، رانا محمد اعظم صاحب سابق کارکن دفتر وقف جدید کا نواسہ اور صوبیدار حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سابق صدر بلہڑی شاہ کریم ضلع حیدر آباد کا پڑنواسہ ہے۔

قارئین خالد سے بچے کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

اعلانات شعبہ صنعت و تجارت

قائدین مجالس و اضلاع سے درخواست ہے کہ :۔

ا۔ موسم گرما کی تعطیلات میں حسب سہولت صنعتی کلاسیں منعقد کریں جن میں خدام کو چھوٹے موٹے اور گھریلو استعمال سے تعلق رکھنے والے ہنر سکھائے جائیں۔

۲۔ امسال سالانہ صنعتی نمائش 14 تا 16 اگست 2000ء ہو گی انشاء اللہ۔ ابھی سے اس کے لئے خدام کو تیار کریں۔ نمائش میں درج ذیل سات شعبے شامل ہوتے ہیں۔

☆الیکٹرونکس ☆ماڈلز ☆ہینڈی کرافٹس ☆کمپیوٹرز ☆فوٹوگرافی ☆پینٹنگز + کیلی گرافی ☆متفرق

(مہتمم صنعت و تجارت)

انٹر نیشنل سینٹر برائے انجیر ئنگ و بایو ٹیکنالوجی

(مرسلہ : نظارت تعلیم۔ صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ)

اٹلی کے شہر Trieste میں واقع بین الاقوامی شہرت حامل کا یہ ادارہ ہر سال مالیکیولر جینیٹکس اور اس سے متعلقہ مضامین میں Ph.D کروانے کیلئے درخواستیں طلب کرتا ہے۔ فیلوشپ انٹر نیشنل برائے ایڈوانس سٹڈیز کے تعاون سے ممبران ممالک کے طلبہ کو دیا جاتا ہے۔ پاکستان کے علاوہ اور بہت سے ممالک بھی اس کے ممبر ہیں۔ یہ Ph.D پروگرام تین سال پر محیط ہے اور ایک یہ سہولت بھی موجود ہے کہ دو سال کے بعد تحقیقی مقالہ لکھ کر ایم فل ڈگری بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ سال اوّل میں داخلہ حاصل کرنے والے طلبہ کو پہلے سال ایک عملی کورس Bio-Informatics (مالیکیولر جینیٹکس میں کمپیوٹنگ کے طریقہ کار) کروایا جاتا ہے اور اسکے علاوہ مختلف کورسز جن میں انسانی جینیٹکس، بیکٹریائی جینیٹکس۔ Immunology Virology اور بایو فزکس وغیرہ جیسے مضامین میں سے کورسز کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ داخلہ کیلئے تعلیمی قابلیت میں ماسٹرز یا 4 سالہ بیچلرز ہونا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ کی عمر زیادہ سے زیادہ 30 سال ہونا ضروری ہے۔

ادارہ Ph.D کے علاوہ پوسٹ ڈاکٹریٹ پروگرام کیلئے بھی فیلو شپ دیتا ہے۔ تمام معلومات اس ایڈریس پر لکھ کر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

ICGEB Fellow Ship Programme

Padriciano - 99 - Trieste

ITALY

Web:- http://www.icgeb.trieste.it

(نظارت تعلیم)

رپورٹ آل ربوہ مقابلہ تقریر

تاریخ :۔ 23-4-2000

مقام :۔ بیت القمر (دار الصدر غربی)

شرکا :۔ 14

شامل حلقہ جات :۔ 9

منصفین :۔ ا۔ مکرم مبارک احمد صاحب تنویر

۲۔ اسفندیار منیب صاحب

۳۔ منصور احمد صاحب

پہلی پوزیشن لینے والے خدام

ا۔ اول مکرم سید انصر احمد صاحب (صدر شمالی ب)

۲۔ دوم مکرم محمد فخر اللہ منگلا صاحب

(ناصر ہوسٹل جامعہ احمدیہ)

۳۔ سوم مکرم صباح الظفر صاحب (تحریک جدید)

۴۔ چہارم مکرم انعام اللہ قمر صاحب (صدر شمالی ب)

۵۔ ہفتم مکرم رشید احمد تنویر صاحب

(نصر غربی اقبال)

☆☆☆

"اعلانات شعبہ تعلیم"

(مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

ا۔ ساتویں سالانہ علمی مقابلہ جات انشاء اللہ 9 تا 11 ستمبر 2000 منعقد ہونگے۔ قائدین اضلاع اور ناظمین تعلیم اسکے لئے ابھی سے بھرپور تیاری شروع کر دیں۔ ان مقابلہ جات کیلئے مقررہ نصاب تمام اضلاع کو بھجوایا جاچکا ہے۔ اگر کسی ضلع میں یہ نصاب موصول نہ ہوا ہو تو شعبہ ھذا سے فوراً رابطہ فرمائیں۔

۲۔ مرکزی امتحان 2000ء کیلئے پرچہ جات تمام اضلاع کو بھجوائے جاچکے ہیں۔ براہِ کرم وقتِ مقررہ پر امتحان کا انعقاد یقینی بنائیں اور زیادہ سے زیادہ 10 ستمبر تک اپنے حل شدہ پرچے واپس ارسال فرمادیں۔ اسکے بعد موصول ہونے والے پرچے شامل متصور نہیں ہونگے۔

۳۔ ابتداء سال سے ہی تمام قائدین اور ناظمین تعلیم سے گزارش کی گئی تھی کہ نماز سکھانے کیلئے بھرپور توجہ دی جائے۔ جن مجالس نے ابھی اس طرف توجہ نہیں دی ان سے گزارش ہے کہ فوراً اس طرف توجہ فرمائیں۔

۴۔ تیسری سہ ماہی کیلئے مقابلہ مضمون نویسی کا عنوان

"یتامی کی خبر گیری"

مقرر کیا گیا ہے۔ مضمون بھجوانے کی آخری تاریخ 15 جولائی 2000ء ہے۔

۵۔ ماہ جون میں خدام کے مطالعہ کیلئے کتاب "استفتاء" مقرر ہے جو روحانی خزائن کی جلد نمبر 12 میں شامل ہے۔

(مہتمم تعلیم)

ربوہ میں ہونے والے مثالی وقارِ عمل کی چند جھلکیاں

(منعقدہ 21 دسمبر 1999ء)